U7572. Date - 22-12-08

Title - ISLAAH UL ISLAAH.

Creator - Maulvi Abdul Raheem Lucknavi.

Publisher - Sayyed Mubarak Ali Shah Geelani (Lahore)

Date - N.A.

Pages - 60

Subjects - Urdu Zuban - Tanqeed ; Urdu Shayari - Tanqeed

(جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں)

اصلاح الاصلاح

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی نے ایک کتاب بنام اصلاحِ زبانِ اُردو لکھی ہے جس میں زبانِ اردو کے متروک الفاظ اور فصیح غیر فصیح محاورات کی تنقید کی ہے۔ اس کی اصلاح یہ کتاب ہے۔ جسے ایک محقق لکھنوی نے لکھا ہے۔ پھر ان دونوں کتابوں پر محترم بزرگ مولوی عبدالرحیم صاحب لکھنوی کی رائے ہے۔ جو قابلِ دید ہے۔

جسے

سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مہرنگ لاہور

نے اپنے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں چھپوایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحمد اللہ کہ آج اصلاح زبان اردو کی اصلاح مکمل ہو گئی جسکی بابت مجھے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ ہمارے محترم دوست خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی ملک کے ممتاز ادیب و انشا پرداز ہیں جنکی تالیف و تصنیف سے تشنہ کامان ادب سیراب ہوتے رہتے ہین۔ جن کے جادو نگار قلم نے باغ ادب مین نئے نئے گل کھلائے۔ شاعری کی پہلی۔ دوسری۔ تیسری کتاب لکھکر دنیائے شاعری مین ایک نئی روح پھونک دی جنھین ایک نو آموز شاعر پڑھکر رموز شاعری سے واقف ہو سکتا ہے۔ فن عروض مین عام فہم اردو کی ایسی مفید تالیف جس مین شعر گوئی کے قواعد۔ تقطیع کرنے کا کلیہ۔ شاعری کے اوزان کی کسوٹی ساری باتین موجود ہون۔ ابھی تک کسی نے نہین لکھی۔ اس ایجاد کا سہرا ہمارے خواجہ صاحب ہی کے سر ہے یہ بات جسکی ہو مناسب ہے اُسی سے کہنا تیرہ بختی ہے گلہ ہو شب تنہائی کا +

مگر اصلاح زبان اردو کو دیکھکر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ یہ دو جزو کا رسالہ جس مقصد سے تالیف کیا گیا۔ اُس مین بالکل ناقص بلکہ عوام الناس کو مغالطہ مین ڈالنے والا ہے۔ اردو ادب کو بجائے فایدہ کے اس سے بہت نقصان ہوا۔ صدہا الفاظ ایسے متروک بتائے گئے ہین جو اس وقت بھی سکہ رائج الوقت ہین۔ بہت سے اعتراضات بے سمجھے بوجھے کر دیے گئے ہین۔ اساتذہ کے دیوان مین اگر ایک شوشہ بھی رہ گیا ہے تو فوراً اسپر اعتراض جڑکر متروکات کی فہرست مین شامل کر دیا گیا ہے۔ جو ادب اردو کے لیے ایک ستم قاتل ہین اور اُن اساتذہ کی توہین مزید برآن انھین خرابیون کو دیکھکر۔ اور ادب اردو کی ایک اہم خدمت سمجھکر "اصلاح زبان اردو" کی اصلاح پر قلم اُٹھایا گیا۔ اب یہ کتاب زیور اصلاح سے آراستہ ہو کر ایک نئے انداز سے جلوہ آرائے بزم ادب ہوتی ہے۔ اہل نظر خود فیصلہ کر دین گے۔ اور خواجہ صاحب خود ایک منصف مزاج۔ نیک دل۔ نیک مزاج ہین۔ کیا عجب ہے کہ وہ خود اپنی ان غلطیون کا اعتراف فرمالین اور بجائے ناخوش ہونے کے مجھ سے زیادہ خوش ہون۔ کیونکہ صحیح معنون مین دوست وہی ہے جو اپنے دوست کی غلطی پر اُسے متنبہ کرے۔

ہم اپنی رائے کی تائید مین محقق کامل حکیم برہم ایڈیٹر مشرق کے مضمون کے علاوہ ایک اہل زبان یعنی مولوی محبوب علی کا مضمون بھی نقل کیے دیتے ہین۔

اصلاحِ زبانِ اردو

مضمون ۱۲، مجوعہ علی کا، مطبوعہ

ہمپایۂ غالب و جرأت حضرت خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی پریسیڈنٹ چشمۂ سخن [۱] ندرہ ضلع گیا سکریٹری انجمن اصلاح سخن دام ظلہ کا ۲۵ یا ۳۰ صفحہ کا رسالہ اصلاح زبان اردو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس مین حال کے متروکات اور چند غلط الفاظ جو رایج ہو گئے ہین بتائے گئے ہین۔ اس رسالے کے متعلق ریویو اور بھی نکل چکے ہین جس مین سے چار پانچ ہماری کوتہ نظر سے بھی گذرے ہم ان کی نسبت یہ کچھ نہین کہنا چاہتے کہ انھون نے اپنا فرض ادا کیا۔ یا چند تعریفی الفاظ لکھکر ریویو نگاری کے اہم فرایض سے سبکدوش ہو گئے۔ ہم بھی اس کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہتے ہین۔ اور کچھ عرض کرنے کی جرأت کرتے ہین۔

مصلحان اردو (شعرا) اردو کی برابر اصلاح کرتے اور سنوارتے رہے۔ بھدّے اور موٹے الفاظ کو چھوڑتے رہے۔ سقیم و ثقیل لفظون کو ترک کرتے رہے۔ اور زبان کو پاک صاف اور شستہ بناتے گئے۔ یہان تک کہ آج اس مین شیرینی و نمکینی۔ فصاحت و بلاغت۔ لوچ اور نزاکت سب کچھ موجود ہے لیکن بعض ناعاقبت اندیشون نے متروکات کا دائرہ ضرورت سے زیادہ وسیع کر دیا جس سے فائدہ کے عوض زیادہ تر نقصان پہونچتا رہا۔ روز بروز زبان تنگ ہوتی رہی۔ اور آئے دن اس کے کثیر الفاظ کا دائرہ محدود ہوتا رہا۔ پہلے اگر ایک معنے کے لیے چار لفظین تھین تو اب تین یا دو رہ گئین۔ اور اگر اپنے معنے و مفہوم بتانے کے لیے صرف ایک ہی لفظ تھا تو اس کے ترک سے اس کے معنے کے ادا کرنے سے ہم قاصر رہ گئے اور وقت ضرورت فارسی اور عربی کے موٹے موٹے الفاظ سے حاجت روائی کرنا پڑی۔

اردو کی اصلاح اس صورت مین جلوہ گر نظر آئی کہ

ع۔ برعکس نہند نام زنگی کافور

[۱] یہ لقب ندرہ ضلع گیا کی انجمن چشمۂ سخن نے جس کے سکریٹری خواجہ صاحب ہی کے ایک شاگرد ہین خواجہ صاحب کو دیا ہے۔ مبارک۔ مبارک۔ خدا انجمن کو اس سے زیادہ توفیق دے۔ غالباً یہ انجمن بھی "اصلاح سخن" لکھنؤ کی طرح (جس کا محض اسمی وجود ہے) البتہ سکریٹری کا صیغہ خارج مین بھی۔ کئی سال سے قائم ہے۔

خواجہ صاحب نے بھی جن الفاظ کو قابل ترک قرار دے کر اس رسالہ مین اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور نظر و فہم سے مجتہدانہ پیرایہ اختیار کیا ہے - ان مین بہت سے الفاظ ایسے ہین جن سے زبان تنگ و محدود ہوئی جاتی ہے جن کے ترک کرنے کی وجہ سوا اس کے کچھ نہین کہ ترک کرنے والے نے محض اپنے وجدان فاسدہ مین ان کا سقم و ثقل پا کے اور خواہ مخواہ قابل ترک سمجھ کے متروکات مین اضافہ کیا لیکن اگر وجدان صحیح سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فضول اور مضرت رسان باتین ہین - چنانچہ ہم خواجہ صاحب کے متروکات حال مین سے چند کو پیش کرتے ہین -

آپی - داغ سے لن ترانی سے غرض کیا حسن عالم سوز کو ٭ ہم نظر آپی چرا جاتے ہین اکثر دیکھکر ٭ داغ کا یہ شعر پیش کر کے خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہین کہ ایسے موقع پر آپ ہی فصیح ہے " پہلے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ اہل لکھنؤ کے نزدیک یا اہل دہلی کے - اگر کہا جائے سب کے نزدیک تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دہلی کی زبان کے متعلق آپ کو دخل در معقولات کرنے کا کیا مجاز ہے جب تک فصحائے دہلی غیر فصیح نہ سمجھین اور نہ کہین - اُس وقت تک اُن کی طرف سے یہ کہنا کہ " آپی " ایسے موقع پر غیر فصیح ہے نازیبا جرأت ہے - پھر یہ سوال ہے کہ ایسے موقع پر غیر فصیح ہونے کی کیا وجہ " آپ ہی " کثرت استعمال سے " آپی " ہوگیا جہان کہین " آپ ہی " کا استعمال فصیح ہوگا - " آپی " کا بھی ہوگا - بلکہ اگر عموماً ہر جگہ اور ہر مقام پر یہ کہا جائے کہ " آپ ہی " غیر فصیح اور " آپی " فصیح ہے تو ایک حد تک درست ہوگا - کیونکہ " آپی " کی نسبت " آپ ہی " مین ایک قسم کا سقم ہے - اور اس کے ادا کرنے مین زبان کو ایک ذرا تکلف ہوتا ہے

اور اگر " آپی " کے غیر فصیح ہونے کے لیے کافی ہے کہ دو لفظین اس قدر مل گئی ہین کہ الگ الگ نہین نظر آتین بلکہ لفظ واحد معلوم ہوتی ہین تو یہی اور وہی جو اصل مین یہ ہی اور وہ ہی تھے غیر فصیح ماننا پڑین گے اور ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی - ناسخ فرماتے ہین ؎

اُٹھ گئی جب سے دوئی ناسخ تو کہتا ہون یہی
آپ ہی شاہد ہے آپی رند شاہد باز ہے

دونون طرح استعمال موجود ہے - ایڈیٹر - ذوق - خواجہ وزیر - ظفر - سب نے استعمال کیا ہے

"آپی" کی بحث میں منشی محبوب علی اور ایڈیٹر صاحب مشرق ہم خیال ہیں۔ مگر مولف کی رائے میں یہ لفظ فصحاے متاخرین نے ترک کیا ہے۔ جلال و تسلیم کے دیوانوں میں بھی یہ لفظ نہیں ملتا۔ اور اس کے ترک کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ لسان الملک حضرت ریاض کے ایک شعر میں جناب امیر مینائی رح نے اس لفظ کو قلم زد کر کے مصرع ترمیم فرمایا ہے وہ شعر یہ تھا ؎

ہنگام نزع گریہ بیان بے کسی کا تھا
آپی بتائیں کون یہ موقع ہنسی کا تھا

اس شعر کی ترمیم یوں فرمائی ہے ؎

ہنگام نزع گریہ بیان بے کسی کا تھا
تم ہنس پڑے یہ کون سا موقع ہنسی کا تھا

گو مصرعہ ثانی کی اصلاح سے ہنسی کا ثبوت قوی ہو گیا۔ مگر ضمناً لفظ آپی کا نکالنا بھی مقصود تھا۔ میرے علم میں لفظ "آپی" فصحائے لکھنؤ کے نزدیک قابل ترک ہے دہلی کا حال مجھے نہیں معلوم گو داغ مرحوم اس لفظ کو باندھ گئے ہیں۔ مگر اُن کے شاگردوں کے کلام میں یہ لفظ میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ اب اہل دہلی بھی اس کے تارک ہیں۔

اس لیے خواجہ صاحب کا یہ دعوے اجتہاد کی حد تک نہیں پہونچتا۔ بلکہ اساتذہ متاخرین نے اسے واقعی ترک کیا۔

(۱۰) آشنائی - امیر ؎ نہ مجنوں ہے نہ وامق ہے نہ فرہاد
مرے سب آشنا ہیں اپنے تک یاد

امیر صاحب کا یہ شعر لکھ کے خواجہ صاحب نے بار بار اسی شعر کو دوستی کے معنی میں کثرت سے استعمال کیا ہے مگر بول چال میں اس کا اطلاق ناجائز تعلق کی بنا پر ہوتا ہے اس لیے قابل احتیاط ہے"

بے شک یہ درست اور بجا ہے۔ جس لفظ یا کلام سے مقام کی خصوصیت کی وجہ سے ذم کا پہلو نکلے اس سے احتیاط و احتراز چاہیے۔ یہ فصاحت کے بالکل خلاف ہے۔ مگر یہ کسی طرح

تسلیم نہین کیا جا سکتا کہ جس لفظ یا کلام سے کسی خاص مقام مین ذم کا پہلو نکلتا ہو تو اُس کا استعمال ہر جگہ اور تمام مقامات مین (اگرچہ وہان ذم کا پہلو نکل ہی نہ سکتا ہو) قابلِ احتیاط ہے۔ لہذا لفظِ آشنا سے عموماً احتیاط کرنا اور امیر مرحوم کا مذکورہ بالا شعر جس مین ذمومِ معنی کا احتمال ہی نہین محلِ اعتراض مین پیش کرنا بالکل بیجا اور لغو ہے۔ امیر نے مجنوں و احمق و فرہاد کو آشنا کہا ہے جو نہ تو شاہدانِ بازاری تھے نہ آوارہ مزاج عورتین۔ جن کے متعلق گمان ہو سکے کہ امیر مرحوم کو ان سے ناجایز تعلق رہا ہو۔

تعجب ہے کہ خواجہ صاحب آشنا سے تو اس قدر محتاط ہین کہ صورت نہین دیکھنا چاہتے بزمِ اردو سے بالکل نکال باہر کیے دیتے ہین لیکن یار جو "آشنا" کا معنوی دوست ہے جو اس کی طرح ناجایز تعلق کے معنے مین عوام بولتے ہین اس سے نہ معلوم خواجہ صاحب کو کیا تعلق ہے کہ اسے متروکات کی فہرست مین نہ شمار کیا اور جلاوطنی سے بچا لیا۔

یہ یاں واں کو (جو مخفف یہ اور یہاں اور وہاں کے ہین) یہ خیال کر کے کہ تخفیف زبان کی ایک طرح کی کمزوری ہے ترک کرنا درست نہین۔ عربی اور فارسی مین بھی ایسا بہت ہوتا ہے اور اردو میں بھی جیسے دگرنہ (جو خود دِاگرنہ کا مخفف ہے) کو مخفف کر کے ورنہ بولتے ہین اور افراط تفریط کو افراتفری

پر لیکن کے معنے مین نہ بولنا اور اس کو ترک کر دینا ایک حرف استدراک کو معطل و بیکار کر کے زبان کو ضرر پہونچانا ہے

پیر کو متروک و غیر فصیح کہنا اور صرف اکیلے ایک پاؤن کو فصیح و مستعمل سمجھنا زبان کی ٹانگ توڑنا اور لنگڑا کرنا ہے

خواجہ صاحب اجتہادانہ طور سے تو یہ کہہ دیتے ہین کہ یہ نہ چاہیے وہ نہ چاہیے۔ مگر متروک ہونے کا سبب بہت کم بتاتے ہین اگر بتاتے بھی ہین تو نرالا۔

دھرنا۔ ترک کرنا۔ زبان تنگ کرنا۔ دونون ایک ہی معنے مین ہین

دُوڈن کی لینا۔ اس محاورے کو عامیانہ کہکے غیر فصیح بتانا زبان کو ایک محاورے سے محروم کرنے کی کوشش ہے۔

سلانا - سکھلانا - کمانا - سب غلط - آخر وجہ ؟ وجہ یہ کہ عوام بولتے ہین - خواص نے بھی تو ان کو اپنے یہان جگہ دی ہے ؟ اُنھون نے برا کیا - غلطی کا ارتکاب کیا - ایک لازم سے دو طرح کے متعدی بنے جاتے ہین - زبان کا دریا اگر یون ہی چڑھاؤ پر رہے گا تو ایک دن کشتی زبان ڈوب جائیگی -

سچ مچ - جھوٹ موٹ - وغیرہ مین ایک سرے سے توابع کو ترک و بے دخل کرنا - فضول بھرتی و مہمل سمجھ کے ان کے ساتھ الزائد اولیٰ بالحذف کا برتاؤ کرنا - گدھے گھوڑے سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا ہے - توابع اپنے متبوعات کے ساتھ مل کر ایک خاص معنی پیدا کرتے ہین جو بغیر ان کے ادا نہین ہو سکتے - وجدان کی طرف غور کیجیے اور دیکھیے کہ "سچ مچ" اور "جھوٹ موٹ" مین جو معنے ہین وہ اکیلے "سچ" اور تنہا "جھوٹ" مین پائے جاتے ہین ؟ "بول چال" اور "بات چیت" یہ فرق بہت اچھی طرح صاف طور سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ بول اور چال کے مجموعے مین جو معنے ہین وہ صرف بول مین نہین - اور جو بات اور چیت کے مجموعے مین ہین وہ فقط بات مین کہان ؟ ہان البتہ بعض لوگ بات بات اور لفظ لفظ پر توابع بڑھاتے اور فضول مہملین صرف کرتے ہین - ایسا نہ چاہیے - ہر بات اپنے موقع سے اور ہر چیز اپنی جگہ پر اچھی معلوم ہوتی ہے -

سُو - اس لفظ کو ترک کرنا اسکے معنے سے دستبردار ہونا ہے "سُو" کے معنے "تو" سے پورے ادا نہین ہو سکتے - غالب - ؎

بساط عجز مین تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی
سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی

سُو کی جگہ پر "تو" رکھ دیجیے تو وہ لطف جاتا رہتا ہے جو سُو سے حاصل ہے اور معنے مفقود ہوئے جاتے ہین جو سُو مین ہین -

مؤلف کے نزدیک سو کا مترادف کوئی لفظ اردو مین نہین مل سکتا - اس کا ترک کرنا گویا زبان کے دائرہ کو تنگ کرنا ہے ، شوق قدوائی مرحوم نے بھی اپنے ایک خط مین اس لفظ کے ترک کرنے پر اظہار تاسف فرمایا ہے - وہ خط مؤلف ہی کے نام ہے جو "مرقع ادب"

حصہ اول مین شائع ہوا ہے۔

ت راکو (جو ہمیشہ کے معنی مین ہے) ترک کر دینا اور نہ بولنا اردو کے خزانے کا ایک جوہر نکال کے پھینک دینا ہے۔

عرصہ ۔ اس کے متعلق خواجہ صاحب فرماتے ہین ۔ "عرصہ بمعنی مدت آج کل زبانوں پر جاری ہے مگر احتیاط لازم ہے ، کیونکہ عرصہ بمعنی میدان ہے۔"

ہم کہتے ہین جب یہ زبانون پر جاری ہو چکا ۔ اور ہر شخص 'عِلے' اونے' پڑھا ۔ بے پڑھا بے تکلف بولتا اور لکھتا ہے تو احتیاط کی کوئی ضرورت نہین ۔ کیونکہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک زبان کا لفظ دوسری زبان مین جا کے بالکل نئے اور اجنبی معنے مین مستعمل ہونے لگتا ہے ۔ اور اس زبان والا کوئی اس کو غلط اور قابل احتیاط نہین سمجھتا ۔ لفظ (شمّہ) ہی کو لیجیے ۔ عربی مین یہ سونگھنے کے معنے مین ہے ۔ لیکن اہل فارس نے قلیل اور اندک کے معنے مین استعمال شروع کر دیا ۔ سعدی علیہ الرحمہ بوستان مین فرماتے ہین ؎

وزیر اندرین شمّہ راہ برد ۔ بخبث این حکایت بر شاہ برد

سبق ۔ عربی مین دوڑ کے آگے نکل جانے کو کہتے ہین ۔ فارسی و اردو مین وہی سبق استاد سے پڑھتے ہین ۔

مؤلف ۔ مثال مین ایک شعر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی رح کا لکھے دیتا ہون ۔
صفدر صاحب ۱۲

تمھاری بے وفائی ہم نہ بھولے ہین نہ بھولین گے
دیا ہے وہ سبق تم نے کہ اب تک یاد کرتے ہین

محو ۔ عربی مین مٹانے کے معنے مین ہے ۔ فارس والے ۔ عاشق کے معنے مین استعمال کرتے ہین

خصم ۔ خصومت سے دشمن کے معنے مین ہے لیکن اردو والون کا تصرف دیکھیے کہ بالتحریک کر کے شوہر کے معنے مین بولنے لگے جو بہت بڑا دوست ہے ۔ ع ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا +

غرض کہ اس قسم کی صدہا مثالین ہین ۔ جن سے اگر احتیاط کرنے بیٹھین تو انھین کے ہو جائین اردو مین عربی فارسی کے الفاظ بہ کثرت ایسے ملین گے جن کے اصل معنے کچھ اور ہین ۔ اور

اردو مین کچھ اور مروج ہین۔ اس سے خواجہ صاحب کی (معاف فرمائیے گا) تنگ نظری اور کمی تلاش کا پتا چلتا ہے۔ اگرچہ کوچہ اردو مین ہمیشہ خاک بیزی کیا کرتے ہین۔ کبھی اردو کے قواعد لکھتے ہین۔ کبھی متروکات بتاتے ہین۔ لغات اردو کی طرف بھی بہت کچھ توجہ ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ انجمن "چشمۂ سخن" ندرہ ضلع گیا کے پریسیڈنٹ ہین۔ جس کے مقاصد بہت کچھ طویل و عریض ہین۔ اور انجمن اصلاح سخن لکھنؤ[۱] کے جس کا کوئی وجود نہین سکریٹری ہین۔

غشی۔ ذوق سے نبض چھوٹی ہوئی غشی طاری + ایک فرقت ہزار بیماری ؛

محقق[۲] کامل جناب خواجہ صاحب رقمطراز ہین۔ "غشی بمعنی غش جس کے معنے بیہوشی کے ہین) ناجایز ہے۔ اس موقع پر غش بولنا چاہیے" خواجہ صاحب موصوف کا یہ ارشاد ہی بالکل ناجائز ہے۔ اگر لغت کے رو سے دیکھا جائے تو غشی ہی صحیح ہے۔ غش بالکل غلط ہے۔ مگر فارسی والون نے اس مین بھی اپنا تصرف کر کے غش بنا لیا ہے[۳]

عرصہ کی طرح اگر یہان بھی صحت معنے کا خواجہ صاحب کو خیال ہوتا تو کبھی ایسا نہ لکھتے لیکن یہان تو بعض کوتہ نظرون کی جن کو خود غش و غشی کی تحقیق نہین تقلید مدنظر ہے۔ اور رہی یہ بات کہ غش اردو مین بولتے ہین اور غشی مستعمل نہین تو اس کے ماننے کے لیے ہم کیا شاید کوئی نہ تیار ہوگا۔

لہ انجمن اصلاح سخن کا شباب اُس وقت تھا جب غالبًا صاحب مضمون پیدا بھی نہین ہوئے ہون گے اس انجمن کے ممبر جلال مرحوم فصاحت۔ افضل۔ ریاض۔ جلیل۔ وغیرہ تھے۔ اب اس کا وجود نہین مگر سیکریٹری کا عہدہ اب تک قائم ہے اور تا دورِ اردو رہیگا۔ مؤلف

سہ یہ بھی انجمن چشمۂ سخن ندرہ ضلع گیا کا عطیۂ خطاب ہے۔ ہماری سخاوت کو اس مین کوئی دخل نہین۔

سہ چنانچہ صاحب غیاث اللغات لکھتے ہین کہ "غش" بمعنی بیہوشی۔ و بدین معنی غشی بیائے تحتانی بود کہ لفظ عربی باشد۔ فارسیان یا را ازان لفظ حذف کردہ بالفظ کردن مستعمل کنند۔ چنانچہ گویند فلانے غش کرد۔ (از مؤید و بہار عجم وغیرہا)" ۱۲۔

کیسے۔ اس کی نسبت مرقوم ہے۔ کیسے کیونکر کے معنے مین غیر فصیح ہے دکیسے آون راستہ نہین؟ لیکن کس طرح کے معنے پر بولا جاتا ہے،، دکیسے ہو)

اول تو اسی مین کلام ہے کہ کیونکر اور کس طرح کے معنے الگ الگ ہین۔ پھر اس کے بعد کیونکر کے معنے پر غیر فصیح اور کس طرح کے معنے پر بولے جانے پر گفتگو ہوگی۔

گھورنا۔ کا استعمال اگر فصحانے کم کردیا ہے تو ان کی سمجھ کی کمی ہے۔ جو زبان کو تنگ کرتے ہین۔

مرلینا۔ امیر ؎ نہ توڑ شام سے اے دل شب فراق مین دم
ابھی تو رات ہی ساری پڑی ہے مرلینا

ارشاد ہوتا ہے "مرلینا" غیر فصیح "مرجانا" فصیح۔ مگر مین تو کہونگا کہ اس مقام پر مرجانا سے مرلینا فصیح اور بہت فصیح ہے۔ یہ وہی محاورہ ہے جیسے کہتے ہین۔ ابھی تو ساری رات پڑی ہے بگڑلینا۔ ابھی تو سارا دن پڑا ہے کرلینا۔ خوب بن سنور لینا۔ اللہ عمر دے تو پڑھ لینا۔ ایسے محل پر بگڑ جانا۔ پڑھ جانا۔ غلط۔ اور زبان سے ناواقفیت اور دلیل بیگانگی ہے۔

وصلت۔ متروک ہے۔ اور وجہ ترک یہ ہے کہ اس مین "ت" زائد ہے۔ ماشاءاللہ اس نرالی وجہ کے صدقے۔ اس تحقیق کے قربان۔ وجہ تحقیق بیان کرکے لیاقت علمی مین چارچاند لگا دیے۔ اگر تاے زائد ہونے سے مردود بارگاہ فصحا ہے تو اکیلے بیچارے وصلت نے کیا خطا کی ہے کون جرم کیا ہے۔ فرقت۔ شرکت۔ جرأت۔ اجرت۔ نصرت۔ شوکت۔ حسرت حیرت۔ ندامت۔ شکایت۔ قیامت۔ حکایت۔ حرکت۔ ہجرت۔ غرض بے شمار الفاظ ہین جن مین تاے زاید ہے اور فعالۃ فعلۃ فاعلۃ فعیلۃ وغیرہ کے اوزان پر آتے ہین۔ سب کے سب لایق ترک و قابل اخراج ہین۔

اگر یہ کہا جاے وجہ ترک کچھ بھی ہو۔ وصلت متروک ضرور ہے تو یہ بھی ٹھیک نہین۔ لکھنؤ مین جو جلیل القدر فصحا و شعرا ہین۔ مثلاً پیارے صاحب رشید و عارف سب اس لفظ اور اس کے وزن پر جو اور مصادر ہین سب کو برابر بولتے اور نظم کرتے ہین۔ خواجہ صاحب اور اون کے پیشواؤن کی منطق ہی نئی ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ ہندوستان کے تمام شعرا ان سطحی اور علم سے کورے خیالات کی تقلید کرین۔

مؤلف - وصلت ضرور متروک ہے کیونکہ اس کا مترادف "وصل" بہت پیارا لفظ موجود ہے، عام اساتذہ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ مگر وہ مسلم الثبوت اور مستند اساتذہ جن کا سکہ آج دنیائے شاعری مین چل رہا ہے۔ مثلاً - جلال - تسلیم - امیر - داغ - ریاض - جلیل - ان کے کلام مین یہ لفظ نہین دیکھا گیا۔" الخ

ان ریمارکس سے ہمارا یہ مطلب نہین کہ متروکات کا دروازہ بالکل مقفل کردیا جائے - ایک لفظ بھی متروک نہ سمجھا جائے - بلکہ جہان تک ہوسکے اس ترک کو ترک کیا جائے - مجبوری درجہ ہار کے لفظ کا ترک اختیار کیا جائے - یہ نہین کہ وصلت عزلت عشرت قدرت وغیرہ مین "ت" زائد ہے لہذا متروک - وصال - فراق مین حروف اصل سے الف زائد ہے لہذا قابل ترک اگر متروک ہونے کے لیے ایسے ہی ایسے وجوہ ہون گے تو رفتہ رفتہ تمام الفاظ متروکات کے نذر ہوجائین گے - پھر ہمین اپنے ہاتھون گونگا بنا پڑیگا - اور ہماری ایک صفت ایک ایسی مفقود ہوجائیگی جو ہمکو دیگر حیوانات سے جدا و ممتاز کرتی ہے ع کمال است در نفس انسان سخن +

اب اس کا وقت ہے کہ بجائے ترک کے ایجاد و اختراع الفاظ کی طرف توجہ کیجائے - زمانہ ترقی کررہا ہے اور نئے نئے اشیا وجود مین آرہے ہین - جن کے اور جن کے متعلقات کے نامون کی ایک علمی اور علمی بننے والی زبان کو ضرورت اور اشد ضرورت ہے - متروکات گنانا - اور اُس مین اضافہ کرتے رہنا آسان مگر الفاظ کا ایجاد کرنا اور اشیا کا نام رکھنا مشکل - دلیکن بہت کارآمد ہے -)۔

عربی مین خوب اچھی طرح سے اور فارسی مین اس سے کم ایجاداتِ یورپ کے ساتھ ساتھ ہزارون الفاظ ایجاد ہوگئے - مگر غریب اردو ابھی اس قابل نہین کہ اُدھر ایک شے کا دنیا مین وجود ہوتا اور ادھر صرف ضرورت مجبور کرکے اُس کے مقابلے مین ایک لفظ بھی بنوا لیتی - ابھی تک تو اس کو شمع و پروانہ گل و بلبل - عاشق و معشوق - فراق و وصال - لیلے و مجنون شیرین و فرہاد ہی کے افسانون سے نہین فرصت ملی - جو دوسری طرف توجہ ہوتی۔"

مؤلف - مولوی محبوب علی نے مضمون فی نفسہ نہایت قابلیت سے لکھا مگر جابجا خواجہ صاحب پر ذاتی حملے نہ کرنا تھے - علمی و ادبی بحث مین ذاتیات پر حملے نہایت قابل افسوس ہین - ہر

شخص کو اپنی راے دینے کا حق حاصل ہے۔ آپ دلائل و براہین سے اُسے رد کر سکتے ہین۔ مجھے جہان جہان اختلاف کرنا تھا اپنی رائے لکھدی ہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

اصلاح زبانِ اردو پر ایک سرسری رائے

از محقق کامل حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق گورکھپور

یہ متروکات اردو کا مختصر رسالہ خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت کی تالیف ہے۔ مؤلف نے دعوے کیا ہے کہ ناسخ و آتش کے عہد سے اس وقت تک جتنے الفاظ اردو زبان مین متروک ہوئے ہین اُن سب کو اس رسالے مین جمع کر دیا ہے۔ اس تالیف کے متعلق ہماری یہ رائے ہے یہ رسالہ اپنے مقصد مین بالکل ناقص بلکہ عوام الناس کو مغالطے مین ڈالنے والا ہے مؤلف کا منشا محض اساتذۂ اردو پر اعتراض کرنا پایا جاتا ہے۔ کیونکہ متروک الفاظ تو تھوڑے سے بتائے گئے ہین زیادہ تر فروگذاشت شعرا کی گرفت کی گئی ہے۔ مثلاً آتش نے الضاعف کو المضاعف باندھا ہے۔ داغ نے ناپید کو ناپیدا کہا ہے۔ امیر نے طرفدار کو فارسی ترکیب سے کہا ہے۔ ذوق نے غشی موزون کیا ہے۔ غالب نے جگر کھودنا کہا ہے۔ وغیرہ۔

یہ کام وہ شخص کر سکتا ہے جو زبان کا ماہر اور تمام استعمالات شعرا پر حاوی ہو۔ مولف کا تو یہ حال ہے کہ اردو عبارت بھی صحیح نہین لکھ سکتے۔ دیباچہ کا پہلا فقرہ یہ ہے کہ "خدا کی حمد زبان و بیان سے باہر ہے" "زبان سے باہر" غلط۔ "اردو زبان کی تحفظ" تحفظ مذکر ہے اردو زبان کا تحفظ لکھنا چاہیے۔ "اسی گدڑی مین خوش ہے جو اُسے ناسخ و آتش وغیرہ نے پہنایا تھا" "پہنائی تھی" کہنا چاہیے۔ "سفیران سخن بتا گئے تھے" "سفیران سخن" کے کچھ معنے نہین "بہت سے الفاظ ٹکسال باہر ہو گئے ہین" "ٹکسال باہر" "زبان سے" "کون کون الفاظ فصحا نے چھوڑے ہین۔ کون کون سے الفاظ کہنا چاہیے۔ غرض اسی طرح چند صفحے کے دیباچے مین بیسون غلطیان ہین —

اساتذہ کے جو اشعار اس رسالے مین نقل کیے گئے اُن کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مولف کو شاعری اور شعر فہمی سے مطلق مس نہین ہے۔ شاید ہی کوئی شعر صحیح ہو۔ ورنہ سب کے سب غلط نقل کیے گئے ہین۔ چند شعر ملاحظہ ہون —

ؔ زہر پرہیز ہوگیا ہمکو درد درمان سے الضاف کیا

"کیا" غلط "ہوا" صحیح

ؔ گر رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج + اے قضا مل جا کسی اُچکی ہوئی تقدیر سے

"قضا" غلط "دُعا" صحیح

ؔ مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کا ہون سونگھین نہ یہ حسین مری مٹی کو بو کرین

پہلے مصرع مین "کا" غلط "کی" صحیح - دوسرے مصرع مین "یہ" غلط "گل" صحیح

ؔ سچ ہے فراق مین ہوئی قدر شب فراق آیا ہے یاد پیری مین عالم شباب کا

پہلا مصرع یون ہے - ع - صبح فراق مین ہوئی قدر شب وصال +

ؔ کرتا ہون جمع پھر جگر لخت لخت کو + عرصہ ہوا ہے دعوت مہمان کیے ہوئے +

"مہمان" غلط "مژگان" صحیح

یہی غلط نگاری اول سے آخر تک ہے - الخ

خاکسار مؤلف نے خواجہ صاحب سے ان غلطیون کے بارے مین زبانی دریافت کیا تھا فرمایا کہ اہل مطبع کی غفلت سے یہ غلطیان رہ گئین - مگر یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے - کیونکہ مختصر سا دو جزکا رسالہ جس کی صحت ۱۵ - منٹ مین ممکن تھی - اُس کی کاپیان اور پروف نہ دیکھنا اور اس کی تصحیح نہ کرنا مولف ہی کو مورد الزام بنا سکتا ہے - ممکن ہے کہ یہ عذر خواجہ صاحب کا صحیح ہو - مگر اس عذر سے وہ بری الذمہ نہین ہو سکتے - کیونکہ رسالے کے ناظرین کو اس سے کیا مطلب کہ کاتب کی غلطی ہے یا مطبع والون نے پروف کو اصل سے نہین ملایا - وہ تو ان غلطیون کو مؤلف ہی کی غلطی تسلیم کرین گے -

لہذا انھین خرابیون اور غلط متروکات کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے اس رسالہ کی تالیف کی ضرورت محسوس ہوئی - تاکہ عوام الناس کو مغالطہ نہ ہو - اس رسالے مین جو الفاظ قابل ترک ہین ہم انھین تسلیم کرکے بقیہ کی نسبت بتایا جائیگا کہ یہ متروک نہین ہین - کیونکہ ادب اردو کی ترقی ایسی ہی بحثون سے ہوتی ہے -

اصلاح زبان اردو کی اصلاح

ابتدا مین لکھتے ہین " احبابون - اشعارون - اغیارون - جواہرات - وجوہات وغیرہ جمع الجمع ہونے سے غلط ہین "

احبابون اشعارون وغیرہ تو کوئی ذی فہم نہین کہتا - البتہ جواہرات بکثرت مستعمل ہوگیا ہے - اب اس کو داخل زبان سمجھنا چاہیے - علے ہذا القیاس مؤلف نے "تابعدار" کو بھی غلط بتایا ہے - یہ لفظ بھی اب زبان سے جدا نہین ہو سکتا - احتیاط کرنے کا ہر شخص کو اختیار ہے جس کو تقوے کہتے ہین - مگر ترک پر فتوے دینا بہت دشوار ہے -

باب (الف)

آوازکی - ناسخ - دیوان دوم

ع سنسان ہے کیا ہجر مین کاشانۂ ناسخ بولا نہ کوئی مین نے کئی بار کی آواز

ایسے موقع پر آواز دی - استعمال کرنا چاہیے "

ناسخ کے بعد پھر "آواز کی" کسی نے نظم نہین کیا - لہذا اسکا لکھنا بیکار تھا

اندھیاری - آتش ع رخ پر اُس زلف کے چھٹنے سے ہوا دل کو یقین

چاندنی سے ہے بڑا مرتبہ اندھیاری کا

اُس موقع پر اندھیاری کا استعمال کرنا ترک ہوتا جاتا ہے - اندھیری صحیح ہے "

خواجہ صاحب کی تحریر خود اسکی شاہد ہے کہ ابھی تک شعرا "اندھیاری" کا استعمال کرتے ہین لہذا اس لفظ کو بھی متروک نہین کہہ سکتے -

افسوس - فانوس - اور ناموس کے قافیہ مین اب واو معروف کے ساتھ ترک ہے ہمیر خیال مین بھی ناسخ کے بعد کسی نے نہین کہا

(اوپر) - آتش - دیوان اول ع

ہے یار فرش گل مری آنکھون مین خار تھا لوٹا کیا مین کانٹون کے اوپر تمام رات

اوپر اب متروک ہے - صرف "پر" کا استعمال فصیح ہے - ایسے موقع پر "اوپر چلے آؤ"

اُوپر دیکھئے۔ "اوپر والا" (چاند) فصیح و صحیح ہے"۔ یہ تسلیم ہے۔

(المضاف ہ)۔ آتش۔ دیوان اول۔

زہر پرہیز ہوگیا مجکو درد درمان سے المضاف ہوا

"المضاف بجائے المضاعف بالکل غلط ہے۔ احتراز چاہیئے"۔

اس لفظ کو سوائے آتش کے اور کس نے باندھا۔ بلاشبہ غلط ہے۔

آن کے۔ مومن خان سے

غیر عیادت سے برا ماننے قتل کیا آن کے اچھا کیا

"(آن کے) اب ترک ہے" "آکے" صحیح ہے"۔

یہ ایسے الفاظ بتائے گئے ہین جنھین شعرا کو ترک کیے سیکڑون سال ہوگئے۔

(آجائے ہے)۔ غالب سے کبھی نیکی بھی اُسکے جی مین گر آجائے ہے مجھ سے

جفائین یاد کرکے اپنی شرما جائے ہے مجھ سے

"ترک ہے۔ آجاتی ہے۔ شرما جاتی ہے۔ فصیح و صحیح ہے" اسے بھی ترک ہوے زمانہ ہوا

(آسان پھرنا)۔ داغ سے

قاتل نے وقت ذبح لیا جب خدا کا نام

خنجر ہمارے حلق پہ آسان پھر گیا

قابل احتیاط ہے (آسانی سے پھر گیا) مستعمل ہے"۔ ضرور قابل احتیاط ہے۔

(آفتاب تیز ہے)۔ گلزار داغ

شام ہونے تو دو چلے جانا ہے ابھی آفتاب تیز بہت

"آفتاب کے لیے تیز بمعنی گرم قابل احتیاط ہے"

آفتاب کی حدت اور تیزی زبان زد ہے۔ اور تیز بمعنی گرم بالکل صحیح ہے۔

ع آتش شوق تیز تر گردد۔

(آپی) داغ سے لن ترانی سے غرض کیا حسن عالم سوز کو

ہم نظر آپی چرا جاتے ہین اکثر دیکھکر

"ایسے موقع پر آپ ہی فصیح ہے"

اس لفظ 'آپ ہی' پر مولوی محبوب علی کی بحث اور اس پر چار انوٹ جسے ہم پچھلے صفحون میں لکھ آئے ہین قابل توجہ ہے۔

(۲) الجھی ہوئی تقدیر) - گلزار داغ

گر رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج ۔۔۔ اے دعا مل جا کسی الجھی ہوئی تقدیر سے

"الجھی ہوئی تقدیر دیکھا نہین گیا"، الجھی ہوئی بمعنی بلند بہت فصیح اور مستعمل ہے - اگر خواجہ صاحب کی نظر سے کوئی لفظ نہین گذرا تو کیا وہ قابل ترک ہے - مین مثال مین ایک استاد کا شعر بھی پیش کیے دیتا ہون -

ہلال ۔ ان دنون الجھی ہوئی ہے مری کچھ ایسی نگاہ
ذرے آتے ہین نظر صورت انجم مجکو

(اک اشکال ہے) گلزار داغ -

بدنصیبی کو نکلنا اُس سے اک اشکال ہے ۔۔۔ میرے ماتھے کی لکیرین کس بلا کا جال ہے

"ایسے موقع پر "اک اشکال" غیر صحیح ہے - اور لکیرین جال ہین کہنا چاہیے"

خواجہ صاحب کے دونون اعتراض حق بجانب ہین - خدا جانے کس رَو مین حضرت داغ کہہ گئے 'اشکال' اب کوئی نہین کہتا ہے -

(اس طرح سے) داغ - آئے بھی تو وہ منہ کو چھپائے مرے آگے
اس طرح سے آئے کہ نہ آئے مرے آگے

"اس طرح سے" اب متروک - اس طرح - کہنا چاہیے"

سے اگرچہ زائد ہے مگر زبان سے علیحدہ نہین ہے - اور چونکہ داغ اور اُن کے اتباع بکثرت استعمال کر رہے ہین تو متروک کہنے کی کیا صورت ہے - متروک تو اُسے کہتے ہین جسے جمہور نے چھوڑ دیا ہو -

(آشناؤن) امیر - مراۃ الغیب

نہ مجنون ہے نہ وامق ہے نہ فرہاد ۔۔۔ مرے سب آشناؤن نے قضا کی

گو شعرانے دوستی کے معنے پر کثرت سے استعمال کیا ہے مگر بول چال مین عموماً اس کا اطلاق ناجایز تعلق کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس لیے قابل احتیاط ہے"

ستم ہے کہ آشنا کا لفظ قابل احتیاط بتایا جاتا ہے جو ثقات کی عمدہ زبان اور شاعری کی جان ہے۔ معلوم نہین کہ مؤلف۔ عالم آشنا۔ اور صورت آشنا کی جگہ کیا استعمال کرتے ہین۔ سوا اس کے اور کیا کہا جائے کہ آپ اردو زبان سے محض ناآشنا ہین۔ مولوی محبوب علی کے مضمون مین بھی اس "آشنا" کے لفظ پر کافی بحث کی گئی ہے۔ مگر ہم ناظرین کی تسکین کے لیے چند اشعار اپنے دعوے کی تائید مین اساتذہ کے پیش کیے دیتے ہین۔

داغ ؎ آشنا تو ہے اپنے مطلب کا — فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا

جلال ؎ نہ آنکھون مین تھمے آنسو نہ مژگان پر رُکے آکر
چلے جب اپنی رو مین پھر یہ کس کے آشنا ٹھہرے

تسلیم ؎ پوچھتا ہے وہ مجھ سے کون ہو تم — آج تک صورت آشنا نہ ہوا

وحید ؎ کیا میرے دل کے ساتھ کیا عشق نے سلوک — اک آشنا تھا اُس کو بھی بیگانہ کر دیا

قلق ؎ جان ہونٹون پہ اُسکی آئی تھی — تیرے غم سے جو آشنائی تھی

(اور) فع کے وزن پر۔ امیر۔ صنمخانۂ عشق ؎

دل جو دین۔ اُن سے تو اے جان یہ گھرا پڑا
اور روا رکھتے ہو پردے مین پھر آنا دل کا

"ایسے موقع پر بروزن فع اب متروک ہے۔"

ہرگز متروک نہین ہے شعرا نے آور کا واو گرانا بے تکلف جایز رکھا ہے۔

امیر ؎ کہتے ہین ناز کا پرچے تو کوئی سکر نہین
اور مزا یہ ہے کہ نام اس کا جفا رکھا ہے

داغ ؎ عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو — اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو

نقش لکھنوی ؎ حسن اور عشق سے کیا چاہیے قسمت اچھی
نیک نام آپ ہین۔ شہرہ مری رسوائی کا

(ایک مدت ہتکڑی پہنی ہے) ناسخ - دیوان دوم سے

ہاتھ مین جو ہاتھ اُس کا لے لیا اس جرم مین
ہتکڑی پہنی ہے مین نے ایک مدت ہاتھ مین

"اب ایک مدت بغیر تک کے غیر فصیح ہے" اب نہ کوئی کہتا ہے۔ نہ بولتا ہے۔

(اس سوا) ناسخ - دیوان دوم سے

مجھ کو چھوڑا تو چھوڑ و غیر کو بھی   اس سوا اور التماس نہین

(اس سوا - اب غیر فصیح ہے (اس کے سوا) بولنا چاہیے" یہ ایسے متروکات ہین کہ سب جانتے ہین -

(آرہی) مومن سے بندگی کام آرہی آخر   مین نہ کہتا تھا کیون سلام مرا

"آرہی غیر فصیح ہے - کام آرہی - کام آگئی - صحیح ہے"

کام آرہی اور کام آگئی - ان معنون مین تو اب کوئی نہین بولتا - مگر محاورے مین گر پڑنے کے معنے مین آج بھی مستعمل ہے جیسے ' وہ دیوار آرہی'

(انکھڑیان) جلال - نظم نگارین سے

اپنی شوخ انکھڑیون مین کچھ تو حجاب آنے دو
راہ پر آئین جو یہ خانہ خراب آنے دو

"انکھڑیان اب بول چال مین نہین ہین"۔

صرف دو فقرون مین یہ حکم لگا دینا کہ یہ لفظ اب بول چال مین نہین - یہ لفظ اب متروک ہے - دعوے بے دلیل ہے - انکھڑیان - ہرگز متروک نہین ہے - چشم معشوق کو کہتے ہین نہایت پیارا لفظ ہے - دیکھیے امیر اللغات - اور گلشن فیض مولفہ جلال اساتذہ کی مثالین ملاحظہ ہون -

بحر سے دو چار کو جو قتل کرین اسکی انکھڑیان   شیرون سے بھی زیادہ غزالون کی دھاک ہو
آتش سے ان انکھڑیون مین اگر نشہ شراب آیا   سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا
قلق سے انکھڑیان تھر کی لگاوٹ باز   دلربا بات بات کا انداز

(اندر باہر لگے ہوئے ہین) - امیر ؎

کیا حال دل سناؤن جاسوس اُس پری کے — اندر لگے ہوئے ہین باہر لگے ہوئے ہین

"ذم کا پہلو ہے احتیاط چاہیے"

اندر باہر جاسوس لگے ہوئے ہین۔ ثقات کی زبان ہے۔ مؤلف کو لگے ہوئے کھٹکتا ہوگا حالانکہ اس سے کوئی کلام اور کوئی تقریر خالی نہین ہے۔ بستر لگے ہوئے ہین۔ پنکھے لگے ہوئے ہین۔ آئینے لگے ہوئے ہین۔ آنے لگا۔ کہنے لگا۔ بُرا لگے۔ بھلا لگے۔ لگے باتین بنانے وغیرہ کیونکر زبان سے جدا ہو سکتے ہین۔

سرور ؎ کیا شاخ گل پہ پھول کے بیٹھی ہے عندلیب
ڈرہے کہین نہ چشم فلک کو بُرا لگے

آتش ؎ لگے منھ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیان صاحب
زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

آپ لگے سے گھبراتے ہین۔ اساتذہ نے تو لگنے کو بھی جایز رکھا ہے۔

قلق ؎ آگ لگنے نے آبرو رکھ لی — ورنہ بتلاؤ کون صورت تھی

(آبادی) بسقوط یاء - مراۃ الغیب

امیر ؎ بادہ خوارون کا زمانے سے جدا عالم ہے — بھٹیان ہوتی ہین آبادی سے اکثر باہر

"آبادی کی (ی) تقطیع سے گرنا خلاف ہے"

شعرا کا اصول ہے کہ فارسی کی (ی) اگر کسی ترکیب کے ساتھ وابستہ ہو تو اس کو گرانا جایز نہین رکھتے۔ جیسے جشن شادی۔ غم وشادی۔ وغیرہ۔ لیکن مفرد لفظ کی (ی) گرنا جائز رکھا ہے۔ مثلاً۔ داغ ؎ وہ بت کرے خدائی کی باتین خدا کی شان
جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

رند ؎ اجاڑا موسم گل ہی مین آشیان میرا — الٰہی ٹوٹ پڑے تجھپہ آسمان صیاد
ذوق ؎ عجب نہین ہے کہ آرایش زمانہ سے — خدائی بیچے ہون تاک وچنار وبید انجیر
ناسخ ؎ صبح فراق مین ہوئی قدر شب وصال — آیا ہے یاد پیری مین عالم شباب کا

جلال سے وہ تم کو وصل میں کیا رونمائی میں دیتا کہ جسکے دل سے اک ارمان تک نکل نہ سکا

(اُس نے ہنس دیا) مومن سے

دیکھ اشک لالہ گون رقیب اُس نے ہنس دیا دیکھا نہ میرے دیدۂ خونبار کی طرف

"اُس نے ہنس دیا" غیر فصیح وغیر صحیح اُسے "ہنسی آگئی" (وہ ہنس دیا) بولتے ہین۔ کیونکہ ہنس دینا مصدر لازمی ہے"

وہ ہنس دیا۔ اگرچہ ترجیح رکھتا ہے مگر اُس نے ہنس دیا بھی غلط نہین ہے۔ کیونکہ "دیا" فعل متعدی ہے دونون طرح استعمال کرسکتے ہین

(انگریز)۔ ناسخ۔ دیوان دوم سے

دل ملک انگریز مین جینے سے تنگ ہے رہتا بدن مین روح کو قید فرنگ ہے

"انگریز بہ تشدید گاف غیر فصیح وغیر مستعمل ہے۔ اور الف ممدودہ سے بھی غلط ہے۔ انگریز بروزن رنگریز صحیح ہے" تسلیم ہے اور اب نہ کوئی نظم کرتا ہے نہ بولتا ہے۔

(النگ)۔ ناسخ سے

آئینہ خانۂ دل حیران ہے کیا وسیع سدِ سکندر ایک اُسی کی النگ ہے۔

"النگ غیر فصیح ہے (طرف) استعمال کرنا چاہیے"

النگ سوائے گنوارون کے کوئی پڑھا لکھا تو اب بولتا نہین۔

(اندھیاریان)۔ آتش دیوان اول سے

اے خط اُسکے گورے گالون پر یہ تو نے کیا کیا چاندنی راتین یکایک ہوگئین اندھیاریان

"اندھیاری۔ اندھیاریان غیر فصیح ہے۔"

ابھی تک بعض شعر لکھتے ہین۔ غیر فصیح ضرور ہے مگر متروک نہین۔ اندھیاری۔ اندھیری اُسے بھی کہتے ہین جو گھوڑے کے مُنھ پر ڈالی جاتی ہے۔

(اُگلانا) آتش۔ دیوان اول سے

ہے یہ امید قوی زلف رسائے یار سے گنج چھپتے مُہرے اگلائے دہان یار سے

"اُگلنا مصدر متعدی ہے اس کا متعدی المتعدی (اُگلوانا) صحیح ہے۔ اُگلانا غیر فصیح وغیر صحیح"

بلا شبہ صحیح ہے۔

باب (ب)

بِن۔ غالب ؎

نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی   ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھکر در و دیوار

آتش۔ دیوان اول ؎

دام میں لا کر کیا جب بن چھری اُس نے حلال   باغباں بھی ہو گیا عاشق مرے صیاد کا

"ایسے موقع پر (دبے) فصیح ہے۔ بن متروک ہے"

غدر ۵۷ء کے بعد تو پھر کسی شاعر کے کلام میں یہ لفظ دیکھا نہیں گیا۔ ضرور متروک ہے۔

(بل بے)۔ ناسخ۔ دیوان اول ؎

بل بے طولِ شب فرقت نہ ہوئی اب تک صبح   ہو گئے آہ مرے موے سیہ فام سفید

گلزار داغ ؎

اللہ ری تری بے خبری بل بے تغافل   اب بھی نہ تو آیا کہ دم باز پسیں تھا

"بل بے" اب ترک ہے۔ بل بے کے موقع پر اللہ رے کا استعمال بہ لحاظ موقع ہو سکتا ہے"

اہل لکھنؤ اب استعمال نہیں کرتے۔ تو اس سے متروک نہیں ہو سکتا۔ جس صورت میں داغ کے کلام میں اور اہل دہلی کی زبان پر موجود ہے۔ قلق مرحوم کو ابھی دنیا سے گئے زیادہ زمانہ نہیں گذرا۔ اُن کا شعر ہے ؎

سو کے کاٹی شب جوانی آہ   بل بے غفلت مری معاذ اللہ

(بھلا)۔ آفتاب داغ ؎

مجال کس کی ہے اے ستمگر سنائے تجھکو جو چار باتیں

بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منہ ہیں ہزار باتیں

"بھلا اب متروک ہے اس موقع پر (اچھا) کہنا صحیح ہے"

بھلا متروک نہیں ہے۔ اور اس شعر میں خاص محل پر استعمال ہوا ہے جس کو اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ داغ کا کلام معترض کی زبان سے بدرجہا مستند ہے

ایک شعر اور اُنھین کا لکھے دیتا ہون۔

داغ ؎ بھلا دیکھین تو بازی کون لیجائے محبت مین
تم اپنے نام کے دلبر یہ اپنے نام کا دل ہے

بھلا تو بھلا۔ "بھلے کو" بھی مستعمل ہے۔

ذوق ؎ بے جرم تو تیغ ہی رکھا تھا گلے کو کچھ بات مرے منہ سے نہ نکلی تھی بھلے کو۔
داغ ؎ میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہان

بھلا کے متروک کی اچھی کہی۔

(برابر مین) ۔گلزار داغ ؎

وحشت ایسی ہے کہ سائے سے بھی مین کہتا ہون آپ کیون میرے برابر مین چلے آتے ہین

"برابر مین (مین) زائد ہے۔ ایسے زوائد متروک اور غیر فصیح ہین۔"

برابر مین کوئی مفرد لفظ تو ہے نہین۔ اس لیے متروک وغیر متروک کی بحث سے اس کو کیا علاقہ۔ مؤلف کو صرف داغ پر اعتراض کرنا مقصود تھا۔ ایسی حشو و زوائد کی صدہا غلطیان اساتذہ کے دیوانون مین مل سکتی ہین۔

(بھون پاس) ۔ غالب ؎

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے بھون پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے

"بھون پاس یا مثل اسکے غیر فصیح اور متروک ہے (کے) ضرور کہنا چاہیے۔"

یہ اردو کے ابتدائی زمانے کا کلام ہے۔ اُس وقت ایسے صدہا تصرفات جایز تھے۔ اب تراش خراش نے اردو کو سنوار کر دلھن بنا دیا ہے۔ لہذا ایسے الفاظ سننے والون کے کانون کو ضرور ناگوار ہین۔

(بازار عشق مین سے) ۔ آتش ۔ دیوان اول ؎

دل دیکے بوسۂ لب لعلین کیا خرید بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا

"بازار عشق مین سے غیر فصیح اور متروک ہے (سے) زائد اور خلاف ہے۔"

پھر مین بقول حکیم برہم صاحب وہی کہونگا کہ مؤلف کو صرف شعرا پر اعتراض کرنا مقصود ہے

متروک الفاظ تو تھوڑے سے بتائے گئے۔ اساتذہ پر اعتراض کی بھرمار ہے۔
اس کی تو داد مین بھی دیتا ہون کہ خواجہ صاحب نے کس سنجیدگی سے مہذّب پیرایہ مین اعتراض کے پہلو نکالے ہین۔ "بازار عشق مین سے" اس ٹکڑے کو متروک وغیر متروک سے کیا بحث ہے۔ متروک تو اسے کہتے ہین کہ کوئی مفرد لفظ یا کوئی محاورہ ہو جسے جمہور نے ترک کر دیا ہو۔ یہ تو ایک اعتراض ہے جو متروک کے پردے مین آتش پر کیا گیا ہے۔

(بخشتے ہے)۔ غالب ؎

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب ۔۔۔ چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

"مثل لائے ہے۔ آئے ہے وغیرہ کے غیر فصیح ہے"
آئے ہے۔ جائے ہے۔ اس کا استعمال تو مدت سے ترک ہے۔ اہل لکھنؤ نے تو کبھی نہین کہا۔ اب اہل دہلی نے بھی ترک کر دیا۔

(بو کرنا) امیر۔ مرآۃ الغیب ؎

مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کی ہون ۔۔۔ سونگھین نہ گل حسین مری مٹی کو بو کرین

"بو کرنا۔ بمعنی سونگھنا غیر فصیح اور غلط ہے۔"
امیر ہوے۔ یا مرزا غالب۔ چونکہ فارسی گوئی مین ان حضرات کو انہاک تھا۔ بے خیالی مین کہین کہین فارسی محاورات کا ترجمہ موزون کر گئے ہین۔ مثلاً جگر کاوی کا ترجمہ جگر کھودنا اور نگذاشت بمعنی اجازت نہ دادن کا ترجمہ۔ نہ چھوڑا۔ اردو مین باندھا ہے۔

غالب ؎ پھر جگر کھودنے لگا ناخن ۔۔۔ آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے

دلہ ؎ چھوڑا نہ اشک نے کہ ترے گھر کا نام لون ۔۔۔ ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

اسی طرح امیر کے یہان بھی بوکردن کا ترجمہ بوکرنا۔ اور خواب کردن کا ترجمہ خواب کرنا بندھ گیا ہے جو قابل لحاظ نہین ہے۔ اور نہ کوئی تقلید کرتا ہے۔ یہ عیب نہین بلکہ قادر الکلامی اور استادی کی خاص ادا ہے۔ سودا۔ و میر نے بھی ایسا کیا ہے۔ اکثر اساتذہ کے کلام مین یہ ترجمانی مزہ دے رہی ہے۔

(بغل مین مار کے لیجانا۔ آتش۔ دیوان اول ؎

دل کو بغل مین مار کے لے تو چلے ہین چوک — کہتی ہے کیا نگاہ خریدار دیکھیے

"مار کے لے جانا غیر فصیح اور متروک ہے (دبا کے لیجانا) فصیح ہے۔"

بغل مین مار کے ۔بغل مین لیتے کے معنے مین اب بھی مستعمل ہے۔

باب (پ)

رپستہ وبستہ کا قافیہ ۔ناسخ دیوان دوم سے

سبزۂ خط نے یہ بدلا ہے لب جانان کا رنگ — پیش ازین عناب جو تھا اب وہ پستہ ہے

کوشش اخفا عبث ہے فاش ہوگا خلق مین — راز دل ناسخ شراب ناب نا بشکستہ ہے

"پستہ کا قافیہ بستہ وجستہ کے ساتھ شیخ نے نظم فرمایا۔ اس قافیہ مین حرف (سین) قید ہے اور حرف (ت) روی ہے اور حرف (د) واصل واقع ہوا ہے۔ ایسی حالت مین کہ قید اور حرف وصل دونون واقع ہون ۔حرکت ماقبل قید جس کا نام (حذو) ہے نزد اہل فرس اختلاف حرکت جایز ہے۔لیکن اردو مین کہین ایسا دیکھنے مین نہین آیا لہذا احتیاط چاہیئے"

قواعد شاعری مین فارسی کی تقلید اردو مین کی جاتی ہے ۔اور یہی وجہ ہے کہ شیخ نے پستہ کے ساتھ بستہ کا قافیہ نظم کیا۔خواجہ صاحب نے ناسخ مرحوم کے کلام مین دیکھکر اور لکھکر بھی یہ فرما دیا کہ کہین ایسا دیکھنے مین نہین آیا۔اب اگر کوئی پستہ کا قافیہ بستہ نظم کرے تو شیخ کی مثال کافی ہے ۔احتیاط کا ہر شخص کو اختیار ہے جسے تقوے کہتے ہین مگر ترک کا فتوی نہین دیا جا سکتا۔

(پہ) ۔امیر۔ سے

سر سے اٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز مین — دنیا پہ لات مار کے پامرد ہو گیا

داغ سے

ہمپر ہے کیون یہ غصہ مرتے ہین بے اجل ہم — دشمن پہ ہو جو ہر گز قائل نہین قضا کا

جلال ۔ سے

دل کس کو دیا لاکھ یہ پوچھا کیے احباب — دل ہی مین رہا لب پہ ترا نام نہ آیا

"پہ" کا استعمال اب اکثر فصحا نے ترک کر دیا ہے اس کے بدلے پر بولتے ہین آخر مین جلال و داغ نے بھی ترک کر دیا تھا"

کسی نے ترک نہین کیا۔اور کوئی شاعری اس سے خالی نہین ہو سکتی۔داغ کے آخری دیوان
مین صدہا جگہ "پہ" بندھا ہوا ہے۔کسی شاعر کا کلام اس سے خالی نظر نہین آتا۔

داغ ؎ نہ چھوڑی خاک تک مجھکو وہ شوق پایمالی ہے
ترے قدمون پہ جو آئی وہ اپنے سر پہ ڈالی ہے

داغ ؎ تری تصویر کی شوخی بھی دنیا سے نرالی ہے
کہ اس شوخی پہ یہ تمکین نہ جھڑکی ہے نہ گالی ہے

نعشق ؎ کیا جنون رنگ یہ ہے آپ کے سودائی کا طور ہر داغ مین ہے لالۂ صحرائی کا

تسلیم ؎ جب سوتے ہین وہ باغ مین ہم موج صبا کو
بالین پہ کبھی دوڑ کے چلنے نہین دیتے

جلیل ؎ کہنا وہ اُن کا ہاے مرے دل پہ رکھ کے ہاتھ
اب تو کوئی محل نہ رہا اضطراب کا

اور خود مؤلف فروری سنہ ۱۹۱۲ء کے رسالۂ ادیب مین لکھتے ہین اُس وقت داغ و جلال
کہان تھے۔جب اپنی زندگی مین وہ متروک کر گئے تھے تو مؤلف نے سنہ ۱۹۱۲ء مین کیون
لکھا۔ ملاحظہ ہو ؎

پڑ گئے سب پہ قدامت کے کچھ ایسے پردے کہ نظر تک نہین آتے ہین کسی کے آثار
درحقیقت ہین زمانے مین وہی خوش تقدیر نام مرنے پہ بھی مٹتا نہین جن کا زنہار

(بہر) ۔ گلزار داغ ؎
مشتاق بہت ہین مرے کہنے کے پہ اے داغ یہ وقت ہی ایسا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

اسیر۔ صنمخانۂ عشق ؎
جان آنکھون سے دم تن سے نکلتے ہوے دیکھے پر دل سے نکلتے ہوے ارمان نہین دیکھا

"پر" کا استعمال (لیکن) کے معنون پر فصحا نے ترک کر دیا ہے۔آخر مین جلال و داغ
نے بھی ترک کر دیا تھا"

پر کا استعمال (لیکن) کے معنے مین بکثرت ہے۔اگر کچھ لوگ نہین کہتے تو اس سے

متروک نہین ہو سکتا۔ درانحالیکہ امیر نے آخر تک اس کو جایز رکھا ہے۔ اور دیگر شعرا بھی استعمال کرتے ہین۔

جلیل۔ تاج سخن۔ ؎

لاکھ مہتاب کی جلی مشعل　　نہ ہوئی پر ہماری شب روشن

تلاش کیا جائے تو "پر" (لیکن) کے (معنے مین) صدہا شعر مل سکتے ہین۔ لہذا اس کو متروک کیونکر کہا جا سکتا ہے۔"

پسینہ جھاڑنا۔ ناسخ

پسینا اپنے ماتھے کا نہین جھاڑا ہے انگلی سے
یہ سب بے قدر نے توڑا ہے سلک دُرِ مکنون کو

"پسینہ جھاڑنا سنا نہین گیا۔ پسینہ پوچھنا بولتے ہین"
یہ کوئی محاورہ نہین ہے۔ پسینہ الگ ہے۔ جھاڑنا۔ الگ۔ یعنی پسینہ پونچھ کے جھاڑ دیا۔"

(پھلیرا)۔ آتش ؎

نوش بے صرفہ کرے خون گنہگاران عشق
پھول سے رنگین پھلیرا یہ تری شمشیر کا

"پھلیرا متروک غیر فصیح ہے۔ (تلوار کا پھل) بولتے ہین۔"
پھلیرا۔ آتش خدا جانے کس جھونک مین لکھ گئے۔ نہ اُن کے معاصرین نے کبھی اس لفظ کا استعمال کیا نہ اب جایز ہے۔

(پسارنا) آتش مرحوم ؎

گلگون نظر سے اشک خونین اُتارتے ہین　　گلچین ہمارے آگے دامن پسارتے ہین

"پسارنا متروک فصحا پھیلانا بولتے ہین"
دور جا۔ رہے وہ شعرا جنھین زمانے نے استادی کی سند دیدی ہے۔ آج بھی اس لفظ کو باندھتے ہین۔ اور (پھیلانا) مین ایک ذم کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ کسی کا ایک ہی مصرع مجھے یاد ہے۔ ع کھڑے ہین دیر سے دامن پسارنے والے"

Mohd Abdul Aziz Khan
۲۶ Sarai Sultan
(Bareilly — پڑے ے تاب ے)

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب   لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

" پرے اب متروک ہے "۔

پرے۔ ورے دہلی کی زبان تھی۔ لکھنؤ مین تو نہ پہلے کوئی کہتا تھا نہ اب کہتا ہے
اب اہل دہلی بھی نہین کہتے۔

(پکارے)۔ امیر۔ مراۃ الغیب سے

ہون وہ مے کش جو کرون رخ در توبہ کی طرف
بہکے جاتے ہو! پکارے دہن خم۔ مجھکو

" پکارے بجاے (پکار کر کہنے کے) غیر فصیح ہے "

پکار کر کہنے کی ایک ہی کہی۔ اتنی بھی خبر نہین کہ پکارنا مستقل مصدر ہے۔ اور روزمرہ کی
بول چال ہے " ماشاراللہ۔

مثنوی بہار عشق۔ سے

پائینچے ناز سے جو اُس نے اُٹھائے   مین پکارا حنا کو بچائے

مشہور شعر۔ سے

طور پر حضرت موسیٰ جو گرے غش کھا کر   جلوہ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہے۔

ذوق سے

پشہ سے سیکھے شیوہ مردانگی کوئی   جب قصد خون کو آئے تو پہلے پکار دے

قلق ۔ سے

خلعت وزر سے تو ہر طرح سنوارا جاؤن   ایسی محفل مین قلق کہکے پکارا جاؤن

میر ۔ سے

یون پکارے ہین مجھے کوچہ جانان والے   ادھر آبے۔ ابے او چاک گریبان والے

جلال سے

کسی کے خواب مین کیون کوئی ناصبور آیا
پکار ہے کہ مری نیند مین فتور آیا

ریاض ـــہ   ہنسے جو محفل ماتم میں تم بُری ہو گی
پکارتا ہے تبسم مری ہنسی ہو گی

(پہلو) بہ حذف واو ـ آتش ـ دیوان اول ـــہ
گرگ بغل کو پہلو مین دل کی جگہ رکھا   یوسف سے بھی عزیز کو ہم نے فزون کیا
" پہلو فارسی لفظ ہے اسکے حرف آخر (واو) کا گرنا ناجایز ہے "
یہ بھی آتش پر ایک اعتراض ہے ـ یا آتش کے سوا کسی اور نے کہا ہو تو اس کی مثال دیجایے
پھر اس بحث سے کیا نتیجہ ـ

(پر رکھے جاتا ہے) ناسخ ـ دیوان اول ـــہ
نامۂ شرح جدائی یہ نہین دستار مین   پر رکھے جاتا ہے مرغ نامہ بر سرخاب کا
" پر" رکھے جاتا ہے غیر فصیح ہے (رکھے ہوے جاتا ہے) کہنا چاہیے "
اس سے کسی ذی فہم کو انکار نہین ہو سکتا کہ یہ غیر فصیح ہے ـ ضرور قابل ترک ہے ـ

پورے ـ مومن ـ ـــہ
کچھ دینے کا بھی دیکھ لے اے آہ ٹھکانا   کس پورے پہ لیتی ہے تو تاثیر دعا قرض
" پورے غیر فصیح (بھرو سے پر) کہنا چاہیے "
اگلے زمانے مین خاص وعام سب بولتے تھے ـ مگر اب عموماً دیہاتیون کی زبان پر تو یہ لفظ
جاری ہے ـ مگر ناظم و ناثر اس سے اب احتراز کرتے ہین ـ

(پچھلے پہرے) ـ آتش ـ ـــہ
روانہ ہوتا ہے پہلو سے پچھلے پہرے یار   چراغ صبح سے کرتا ہون بیشتر خاموش
"(پہر) اسم زمان ہے اس مین ایک (ے) زیادہ کر کے استعمال کرنا بہتر نہین "
ایسے الفاظ جن مین صریحی ایک سقم موجود ہے ـ انھین غیر فصیح کہکے استعمال سے روکنا
ایک اعلے درجے کی خدمت زبان کی ہے ـ

(پیشتر) بہ یاے معروف ـ ناسخ ـ دیوان دوم ـ ـــہ
ہم نمازون مین جو تا دیر کھڑے رہتے ہین   سامنے بیت کے پیسر کھڑے رہتے ہین

"بیر بیاے معروف مستعمل ہے۔ اس کا قافیہ تیر کے ساتھ صحیح ہے دیر کے ساتھ متروک وغیر فصیح ہے۔"

یہ بھی متروک صحیح اور قابل تسلیم ہے۔

دیری بسقوط یاے۔ ناسخ دیوان دوم ؎

صبح فراق مین ہوئی قدر شب وصال آیا ہے یاد پیری مین عالم شباب کا

"پیری کی (ی) کا تقطیع سے گرانا جایز نہین"

ہم کہین اس سے پیشتر بھی بتا چکے ہین کہ فارسی کی (ی) اگر کسی ترکیب کے ساتھ وابستہ ہو تو اس کو گرانا جایز نہین رکھتے۔ جیسے۔ جشن شادی۔ غم وشادی۔ لیکن مفرد لفظ کی (ی) کو گرانا جایز رکھا ہے۔

داغ ؎ وہ بت کرے خدائی کی باتین خدا کی شان
جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

باب (ح)

(حضور) - امیر - مرآۃ الغیب ؎

کیا حقیقت دو جہان کی وسعت دل کے حضور لامکان اک مختصر گوشہ ہے اس تعمیر کا

ناسخ - دیوان اول ؎

دل کیا ہین میری آہ کی تاثیر کے حضور دم بھر مین کر دے قطرۂ خون ہر شرار کو

"حضور سامنے کے معنون مین اردو مین اب مستعمل نہین۔ بیان (سامنے) فصیح ہوتا ہے"

عبارت غلط ہے۔ آخر کے جملے مین۔ فصیح۔ کے بعد۔ سمجھا جاتا چاہیے۔ حضور لفظ عربی کا ہے اور اردو شاعری مین سامنے کی جگہ بکثرت مستعمل ہے۔ اگر بول چال مین نہین ہے تو نہ ہو شعر سے خارج نہین ہو سکتا۔

جلیل ؎ غش مین بھی دل دکھانے کو آنا ضرور تھا موجود مین نہ تھا مرا دل تو حضور تھا

(حورا) - آتش - ؎

غم نہین کوے بتان مین جو نہین جا خالی باغ فردوس مین ہے پہلوے حورا خالی

"حور - حوا کی جمع - غیر فصیح - مستحسن الترک - (حُور) مستعمل ہے -

یہ فقرہ بھی غلط لکھا گیا - یوں چاہیے - حورا مفرد غیر فصیح - حورا کی جمع (حُور) مستعمل ہے واقعی غیر فصیح - قابل ترک ہے -

باب (خ)[1]

خوش بقافیۂ غش - فتحۂ اولی سے - ناسخ ے

آج خلوت میں دل مرا خوش ہے ساقی سیم ساق مہوش ہے

ہم سفر وہ ہے جس پہ جی غش ہے دشت غربت مقام اش اش ہے

"خوش کا قافیہ مہوش کے ساتھ جایز نہیں ہے"

خوش کا قافیہ مہوش کے ساتھ اور خود کا قافیہ بد کے ساتھ بالکل صحیح ہے فارسی والوں کا معمول ہے اور اردو فارسی کی متبع ہے -

سعدی ے بس پردہ ببند عملہا ے بد ہم پردہ پوشد بہ آلائے خود

حافظ ے صوفی ما کہ زورد سحری مست شدے

شامگاہش نگران باش کہ سرخوش باشد

(خونخواری) سقوط یا سے - ناسخ - دیوان دوم

شب وصل میں بھی ہاتھ سے تلوار نہ چھوٹی ے

خونخواری کی عادت ہے جو اے یار نہ چھوٹی

" فصحاے حال کے نزدیک فارسی کی (ی) تقطیع سے گرانا جایز نہیں -

خواجہ صاحب اسی فارسی کی (ی) کے بارے میں دوبار لکھ چکے ہیں - یہ تیسرا اعتراض ہے - ہم اسکا جواب دیچکے ہیں پھر بھی کہتے ہیں - جایز ہے - تشریح کے ساتھ پہلے اعتراض کا جواب دیا جا چکا ہے -

(خوشی بھرتے ہیں - آتش - دیوان دوم - ے

بہار گلستاں کی ہے آمد آمد خوشی پھرتے ہیں باغبان کیسے کیسے

[1] یہ غزل غش مہوش کے قافیہ کی ہے -

"خوش خوش پھرتے ہین فصیح ہے"
یہ اعتراض آتش مرحوم کے زمانے ہی مین ہوا تھا جس کا جواب صرف دو لفظون مین دیا گیا تھا۔ آتش نے فرمایا کہ جو ہماری زبان سے نکل جاے وہی محاورہ وہی زبان ہے یہ اُن کا ایک اجتہاد تھا۔ مگر اُس کی تقلید فرض نہین "خوشی پھرتے ہین" سے خوش خوش پھرتے ہین۔ ضرور فصیح ہے۔

(خون جگر کھالیا) مہتاب داغ

کھالیا ہم نے شب ہجر مین سب خون جگر
روز فرقت ہمین اب صاف گذر جاے گا

"خون جگر کھالینا نہین بولتے (پی لینا) بولتے ہین۔"
خون جگر کھالینا بالکل صحیح ہے اور یہی فصحا کی زبان ہے۔ کیا داغ یہ نہین کہہ سکتے تھے کہ۔ پی لیا ہم نے شب ہجر مین سب خون جگر۔ داغ کی گویائی ظاہر ہے کہ معترض کی زبان سے زیادہ مستند ہے۔

(دینی) مصدر کے معنے مین۔ ناسخ۔ دیوان دوم

اگر دہلیز چھونے کی تجھے تعزیر دینی ہے
ہمارے ہاتھ بندھوا اپنے دروازے کے بازو سے

"تعزیر دینی۔ یعنی تعزیر دینا ہے۔ یا روٹی کھانی۔ مٹھائی لانی ہے۔ اس طرح کے وہ تمام الفاظ جن کی مصدری علامت بدلکر مصدر کے معنے لیے جائین فصحاے حال کے نزدیک ناجایز ہے۔ روٹی کھانا تھی۔ تعزیر دینا تھی۔ مٹھائی لانا تھی۔ بولنا چاہیے۔ مگر دہلی کے فصحا اس کو جایز سمجھتے ہین۔"
تعزیر دینی اہل لکھنو کی بھی عمدہ زبان ہے۔ بلکہ اس کو تعزیر دینا پر ترجیح ہے۔ اساتذۂ لکھنو کی مثالین ملاحظہ ہون۔

جلال

خیالِ غیر ہی سے آپ کو باتین جو کرنی تھین
جگہ دی ہے بلا کر پھر ہمین بیکار پہلو مین

امیر ؎ آنکھ اُس کو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہے
چلیے چمن میں نرگس بیمار ہو گئی ہے

اسیر ؎ شاید اس قاتل خونریز کا کوچہ ہے یہی
راہ چلنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

جلیل ؎ ہمیں کرنی پڑی آخر رعایت ناتوانی کی
کئی دن سے کلیجا تھام کر فریاد کرتے ہیں

(دانت جھڑنا) ذوق ؎
مارے گر سیلی وہ زلف پُرعرق جھڑ پڑیں دندان وہاں مارے

"جھڑ پڑیں دندان" شاید قدماے دہلی کا محاورہ ہو۔ اب فصحا گر پڑیں بولتے ہیں"
ایسے موقع پر دانت جھڑنا اب بھی فصحا بولتے ہیں۔ قدماے دہلی کی اچھی کہی
(دھرنا)۔ امیر ؎ نہ یہ کی کسی نے انھیں خبر کہ گیا جہان سے کوئی گذر
اسی آرزو میں کئی پہر مری لاش در پہ دھری رہی

امیر ؎ لگاتے ہیں جو سرمہ آئینے کو دور دھرتے ہیں
ستم دیکھو وہ اپنی چتونوں سے آپ ڈرتے ہیں

"دھرنا۔ متروک ہے۔ رکھنا بولنا چاہیے"
مؤلف کے اجتہاد کی حد ہو گئی غضب ہے کہ دھرنا جو روزمرہ کی زبان ہے اُسے بھی متروک کہا جاتا ہے۔ بات بات میں کہا جاتا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ یہ تو ایک فقرہ تھا جو ایک مصرع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب اساتذہ کے اشعار شامل ہیں لیجیے۔

امیر ؎ کیا درد تھا کہ مردہ عاشق تھا گور میں اک ہاتھ دل پہ ایک جگر پر دھرے ہوے
داغ ؎ کہا تجھکو سودائے زلف پری ہے یہ اُٹھتی نہیں ایسی تہمت دھری ہے
" ؎ ہوے طور پہ طور الفت میں دل کے قضا اک نہ اک روز آگے دھری ہے
جلیل ؎ کہیے تو ابھی لیلے وہ چٹکی مرے دل میں ہاتھ اُس کو مگر سینے پہ دھرنا نہیں آتا۔
" ؎ چلتے ہو جو کرتے ہوے پامال دلوں کو کیا پاؤں زمیں پر تمھیں دھرنا نہیں آتا

دھول دھپا۔ غالب
؎ دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک رن
" عامیانہ محاورہ ہے "
اس سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ یہ بازاری زبان ہے مگر غلط نہیں کہا جا سکتا ۔

(دم ہو چکا) مہتاب داغ ۔ ؎
بحر الفت سے نکالیں آشنا تھک گیا ہوں مجھ میں دم بس ہو چکا
" دم ہو چکا " غیر فصیح ہے ۔ " دم آ چکا " کہنا چاہیے
دم ہو چکا بمعنی دم ختم ہو چکا بہت فصیح ہے ۔

(ڈون کی لینا) ۔ امیر ؎
بس بس زبان روک لو اتنا نہ بڑھ چلو ہم جب ہیں آپ ڈون کی سو بار لے چکے
" ڈون کی لینا " عامیانہ محاورہ غیر فصیح ہے ۔
صرف مؤلف کے لیے غیر فصیح ہوگا ۔ ڈون کی لینا بمعنی تعلی کرنا ثقات کا روز مرہ ہے
معلوم نہیں کہ مولف کا خیال کس طبقہ سے وابستہ ہے ۔ دیکھیے گلشن فیض ۔ مولفہ جلال
جلال سے دون کی آپ کے دمساز بجا لیتے ہیں لحن داؤد کو تانوں میں دبا لیتے ہیں
ڈون تو ڈون ۔ اسی معنی میں ڈینگ کا لفظ بھی مستعمل ہے ۔
قلق ؎ تو ہیں کیوں اتنی ڈینگ کی لیتی کچھ نہ کچھ تو بہانہ کر دیتی

باب (ذ)

(ذری) ۔ ذوق ؎
ہنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے شاکر تو تھے پسینہ سے شکر تری ہوئے
" ذری متروک ہے ذرا فصیح ہے "
گو شعر میں یہ لفظ اب مستعمل نہیں مگر زبانوں پر ابھی تک یہ لفظ چڑھا ہوا ہے ۔ میں نے ثقات
کی زبان سے یہ فقرہ سنا ۔ ذری ادھر دیکھیے ۔ ذری ہم سے بھی مل لیجیے گا ۔ بہرحال مجھے اس کے
متروک ہونے میں کوئی کلام نہیں ۔

باب (ر)

(رکھیو) غالب ؎

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا   رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

"رکھیو۔ آئیو۔ جائیو۔ کہیو۔ چلیو۔ لیجیو۔ دیجیو۔ سب متروک ہین۔ ان کی جگہ پر رکھنا آنا۔ جانا۔ کہنا۔ چلنا۔ لینا۔ دینا۔ بولے جاتے ہین۔ کیونکہ مصدر کی علامت کو بدل کر مصدر کے معنے لینا جایز نہین ہے"

یہ الفاظ لکھنؤ مین نہ پہلے بولے جاتے تھے۔ نہ اب مستعمل ہین۔ اہل دہلی کی دقیانوسی زبان تھی جو مدت سے متروک ہے۔

باب (ز)

(زور) ۔ ناسخ ۔ ؎

خود ہنستے ہو اغیار سے ہنسواتے ہو ہم کو   یہ زور ہنسی ہے کہ رلا جاتے ہو ہم کو

"زور" اب خوب کے معنی پر نہین بولا جاتا۔ قوت کے معنے پر مستعمل ہے۔ ایسے موقع پر خوب بولنا چاہیے"

زور خوب کے معنی مین نہین بلکہ قوت ہی کے معنے پر مستعمل ہے، اگر قوت کے معنے اس موقع پر لیے جائین تو شعر بے معنے ہوا جاتا ہے۔ ضرور قابل ترک ہے۔

(زبان پھرنا) ۔ آفتاب داغ ۔ ؎

اس کے آگے زبان مشکل سے   دہن نامہ بر مین پھرتی ہے

"زبان پھرنا" فصحائے حال نہین بولتے۔ زبان کھلنا بولتے ہین اور یہی مستعمل ہے"

سبحان اللہ۔ خوب سمجھے۔ زبان پھرنا کو محاورہ نہ سمجھنا چاہیے۔ پھرنا حرکت کرنے کے معنے مین کہا ہے اور صحیح کہا ہے ۔ زبان کھلنے کا یہ موقع نہین ہے

باب (س)

(سان) ۔ ناسخ ۔ ؎

ہون وہ عاشق کہ اگر قتل مجھے کر کے چلے   سایہ سان روح بھی ہمیری رہے جلاد کے ساتھ

"سان متروک ہے اس موقع پر مانند۔ یا طرح بولتے ہین"
سان ہرگز متروک نہین ہے۔ یہ مانند و طرح دونون سے اس موقع پر فصیح ہے اساتذہ
کے شعر ملاحظہ ہون۔

امیر۔

آتش عشق سے جلتا ہون مین شب بھر دم صبح — شمع سان موت کے آتے ہین پسینے مجھکو
قلق۔ غم فرقت مین جان کھوتا ہے — شمع سان چپکے چپکے روتا ہے

(سچ مچ) ۔ ناسخ۔ A x-2

کھینچ چلا آخر کو جذب حسن سے — سچ مچ اے ناسخ تو اب مجذوب ہے

"سچ مچ۔ جھوٹ موٹ۔ نام وام۔ روٹی ووٹی۔ تمام توابع مہمل۔ فصحائے حال نے
ترک کر دیے ہین۔"
سچ مچ متروک نہین ہے۔ فصیح زبان ہے۔ مولف کے کہنے سے متروک نہین ہوسکتا۔

(سو) ۔ غالب۔

بھاگے تھے ہم بہت سو اسی کی سزا ہے یہ — ہوکر اسیر داہتے ہین راہزن کے پاؤن

ناسخ۔

پیٹا جو میرے غم مین وہ منھ۔ نیل پڑ گئے — تھی یاسمن سفید ہوئی یاسمن کبود

"سو متروک ہے اسکی جگہ تو مستعمل ہے"
تو کی یہ جگہ نہین ہے۔ سو خاص محل پر استعمال کرتے ہین جسکو اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہین
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
اب اس موقع پر بجائے "سو" کے "تو" رکھیے۔ مصرع بے معنے ہوا جاتا ہے۔

(سدا) ۔ مومن۔

دشمن مومن رہے ہے بت سدا — مجھ سے میرے نام نے یہ کیا کیا

"سدا ہمیشہ کے معنے مین اب نہین بولتے"
ہمیشہ کا مرادف اردو مین بجز سدا کے اور کوئی لفظ نہین ہے۔ تداما اس کو بہ کثرت

کہتے تھے - جیسے - ع - سدا ناؤ کاغذ کی چلتی نہین + بعد کے شعرا مین اکثرون نے ترک کر دیا تھا مگر جمہور نے اتفاق نہین کیا - چنانچہ افصح الفصحا میر انیس کہتے ہین ؎

سدا ہے فکر ترقی بلند بینون کو
ہم آسمان سے لائے ہین ان زمینون کو

علاوہ برین بول چال مین بھی بعض بعض جگہ آتا ہے - جیسے سدا بہار - سدا سہاگ - سدا گلاب - سدا سہاگن - سدا کسی کی نہین رہی - نظر بران اگر سدا کا لفظ استعمال کیا جائے تو کچھ مضایقہ نہین بلکہ اولی ہے - نواب فصاحت جنگ حضرت جلیل الف - جناب جلیل جانشین امیر مینائی خاص طور سے اس خوبصورت لفظ کو استعمال کرتے ہین

(سکھلانا) - مومن - ؎

پھرتے ہین سو سو وسوسے دل مین جی مین سودے آتے ہین
کوٹھے پر وہ دھوپ مین اپنے بال کھڑے سکھلاتے ہین

"(سکھلانا عوام کا بنایا ہوا ہے - سکھانا خود متعدی ہے - اس کو فعل لازم سمجھ کر "سکھلانا" اس کا متعدی سمجھنا غلط ہے - اس لیے (سکھاتے ہین) لکھنا چاہیے"

سکھانا اور سکھلانا دونون صحیح ہین جیسے دکھانا - اور دکھلانا -

(سمجھا ہون مین) ناسخ - ؎

دیکھ کر روز سیہ گرما مین یہ سمجھا ہون مین
دھوپ کی شدت سے دن کا رنگ کالا ہوگیا

(سمجھا ہون مین) سے (سمجھتا ہون مین) زیادہ فصیح ہے

"سمجھا ہون مین" سے (سمجھتا ہون) ضرور فصیح ہے - مگر غلط نہین -

(سندیسا) - جناب داغ - ؎

سن کے وہ حال مرا غیر سے فرماتے ہین
آئے ہین آپ محبت کا سندیسا لیکر

"سندیسا غیر فصیح ہے (پیغام) کہنا چاہیے -"

پیغام کی نسبت سندیسا اردو کے لیے فصیح ہے - یہ ہندی کا پیارا لفظ ہے جس کا استعمال جایز ہے -

باب (ص)

(صفا) - آتش - ؎

صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امّارہ کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا

"صفا - صاف کے معنے پر اب استعمال نہین کیا جاتا"

صفا بمعنی صاف لغت مین جب موجود ہے - تو پھر اس کے ترک کرنے کی کیا وجہ ہے -

داغ نے بھی کہا ہے - ؎

آئینہ منہ پہ بھلا اور برا کہتا ہے سچ ہے یہ صاف جو ہوتا ہے صفا کہتا ہے

(سر پرسے) - داغ - ؎

ہمسری تجھ سے کرے گر آسمان صدقے کر ڈالین ترے سر پر سے ہم

"سر پر سے غیر فصیح ہے (سر سے) فصیح ہے -

پر ضرور زائد ہے 'سر سے' کہنا فصیح ہے -

(سیہ بقافیہ کہہ و رہ) مہتاب داغ ؎

وہ رشک حور شب کو کہین جا کے رہ گیا کوئی فرشتہ کان مین میرے یہ کہہ گیا

سائے سے جسکے داغ پڑے ہین زمین پر یہ کون آج گھر سے ترے روسیہ گیا

"سیہ کا قافیہ رہ اور کہہ کے ساتھ باندھنا خلاف فصاحت ہے"

ان صحیح قافیون کو خلاف فصاحت کہنا - مؤلف کی ناواقفیت کی دلیل ہے -

باب (ط)

طرفدار - امیر - ؎

ہواجب سے وہ گل طرفدار غیر مرے حق مین کانٹے ہی بو گیا

"طرفدار بترکیب فارسی بمعنی جانب دار - طرفدار فارسی مین جانب دار کے معنے مین کہین نہین آیا - کیونکہ فارسی مین طرفدار بادشاہ کے معنے پر ہے نظامی ع طرفدار پنجم توئی بیگیان -

لہذا اس کو فارسی سمجھکر اضافت کے ساتھ باندھنا اور جانب دار کے معنے لینا ناجائز ہے -

ہان اردو مین لکھنا بغیر ترکیب اضافی کے صحیح ہے"

جبکہ طرف اور جانب متحد المعنےٰ ہین تو جانب دار کو فارسی کہنا اور طرفدار کو فارسی نہ سمجھنا گیا معنےٰ ؟ علاوہ امیر کے جلال اور محسن کاکوروی نے بھی اس لفظ کو ترکیب اضافی کے ساتھ استعمال کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ امیر و جلال و محسن کی فارسی دانی مولف کی سمجھ سے کہین ارفع و اعلے ہے۔

جلال ؎ ...... درد دل اُٹھکر طرفدار جگر ہونے کو ہے
ایک مدت سے ادھر تھا اب اُدھر ہونے کو ہے

محسن ؎ .... سادگی کی قدر کچھ عہد جوانی نے نہ کی
جو اُمنگ آئی طرفدار خود آرائی ہوئی

باب (ع)

(عرصہ) ۔ غالب ۔ ؎

کرتا ہون جمع پھر جگر لخت لخت کو   عرصہ ہوا ہے دعوت مژگان کیے ہوے

" عرصہ ۔ بمعنی مدت ۔ آج کل زبانون پر بہت جاری ہے مگر احتیاط لازم ہے ۔ کیونکہ عرصہ بمعنے میدان ہے "

جبکہ عرصہ بمعنی وقفہ فصحا کی زبان مین داخل ہوگیا ۔ پھر اس سے احتیاط کی کیا وجہ ہے خود مؤلف نے داغ کا شعر لکھدیا ہے

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو   اور پھر ڈھونڈھتے گھبراے ہوے تم مجھکو

باب (غ)

(غشی) ۔ ذوق ۔ ؎

نبضین چھوٹین ہوئی غشی طاری   ایک فرقت ہزار بیماری

"غشی بمعنی غش ناجایز ہے ۔ اس موقع پر غش بولنا چاہیے "

لفظ غشی بھی بول چال مین آگیا ہے ۔ اب اس کو ترک کرنے کا فتوے نہین دیا جاسکتا اس لفظ پر صراحت کے ساتھ بحث مولوی محبوب علی کے مضمون مین موجود ہے ۔ اوسمین صاحب غیاث کا بیان بھی ۔ صحت غشی پر لکھا دیا ہے ۔

باب (ک)

(کون) - آفتاب داغ - ؎

کون مدت سے ہے عادت مجھے تنہائی کی   پاس فردوس کے سنسان بیابان ہوتا

"کون - اس موقع پر غیر فصیح ہے (کتنی) مستعمل ہے - لیکن - کون - داغ ؎

کون آتا ہے بُرے وقت کسی پاس اے - داغ

لوگ دیوانہ بناتے ہین کہ وہ آتے ہین

اس محل پر مستعمل ہے -"

اب یہان ایک بات دیکھنے کی یہ ہے کہ داغ سا فصیح البیان شاعر - اور ایسی بھونڈی غلطی وہ بھی زبان کی - سوائے مولف کے شاید اور کوئی اس کے ماننے کے لیے تیار نہ ہوگا - مولف کی ڈیڑھ جز کی کتاب مین تو بے شمار کتابت کی غلطیان موجود ہین - جن کو شروع مین ہم گنوا بھی چکے - اور داغ کے اتنے ضخیم دیوان مین بجائے "کتنی" کے کاتب نے اگر "کون" لکھدیا ہو تو اس پر خواجہ صاحب نے اعتراض جڑ دیا - سبحان اللہ اس سمجھ کا کیا کہنا - داغ مرحوم اگر اس لفظ کو "کتنی" کے معنون مین لکھنے کے عادی تھے - تو چار دیوان اُن کے شائع ہو چکے ہین اور کسی شعر مین معترض صاحب دکھائین - یہ زبان کا نازک مسئلہ ہے - اس پر سمجھ کے قلم اٹھانا چاہیے - اگر مؤلف ذرا بھی سمجھ سے کام لیتے تو یہ اعتراض نہ کرتے -

(کیجیے) داغ - غضب مین جان ہے کیا کیجیے بدلہ رنج فرقت کا

بدی سے کر نہین سکتے خوشی سے ہو نہین سکتا

"کیجیے متروک (کیجیے) مستعمل ہے -"

کیجیے اور لیجیے متروک نہین بلکہ داغ اور اُن کے تلامذہ بکثرت کہتے ہین - کسی کا شعر ہے -

؎ آن مین حرف نہ آنے دیجیے   جان جاتی ہے تو جانے دیجیے

(کتابتون) - ذوق - ؎

بات قسمت کی ہے جو لکھتے ہین   خط وہ کن کن کتابتون سے مجھے

"کتابتون سے متروک ہے۔ اب کتابون سے مستعمل ہے"

اے سبحان اللہ۔ برین عقل و دانش بباید گریست + کتابت کے معنی خط ورسم الخط کے ہین۔ یہ متروک نہین ہوسکتا۔ اس جگہ کتابون کے کیا معنے ہون گے عجب مضحکہ خیز بات کہی ہے۔

(کفّارہ) ۔ آتش ۔ ؎

رنگ زرد لب خشک فرہ خون آلود   کشتۂ عشق ہین ہم یہ ہے کفارا اپنا

"کفّارہ بتشدید (ف) صحیح ہے"

بلا شبہ بتشدید (ف) ہونا چاہیے۔ جو بات ماننے کی ہے ضرور مانی جائیگی۔

(کیسے) ۔ امیر۔ مراۃ الغیب۔ ؎

غضب ہے انسان دم مصیبت کرے جو انسان سے بیوفائی
کہ دیکھ چکی کے پاٹ کیسے بہم ہین گردش مین سنگ ہوکر

"(کیسے) (کیونکر) کے معنے پر غیر فصیح ہے (کیسے آؤن راستہ نہین ہے) لیکن کس طرح کے معنے پر بولا جاتا ہے۔ (کیسے ہوا)"

اس شعر مین "کیسے" کیونکر کے معنے مین نہین ہے۔ مؤلف کی سمجھ کا قصور ہے۔ کیسے تعریف کا ایک کلمہ ہے۔ جیسے۔ کیسے خوشنما پھول ہین۔ کیسے پیارے برتن ہین۔ چکی کے پاٹ کیسے ملے ہوئے ہین۔ اب بھی مؤلف نہ سمجھین تو کیا علاج کیا جائے۔

(کی طرح سے) ۔ امیر۔ مراۃ الغیب ؎

ہون بگولے کی طرح سے مین سراپا گردش
رات دن پاؤن بھی چکر مین ہین سر کی صورت

"(کی طرح سے) متروک ہے (سے) زائد ہے (کی طرح) بولنا چاہیے"

اس کا جواب پہلے دیا جاچکا ہے۔ اگرچہ۔ امیر نے ایک آدھ جگہ (سے) کا استعمال کیا ہے باقی وہ اور اُن کے تلامذہ اس کے تارک ہین۔ لیکن اس سے متروک نہین ہوسکتا جبکہ داغ اور اُن کے تلامذہ کہتے ہین۔

(کڑی کرنا) - امیر - ؎

کڑی اتنی نہ کر رسوا کرے گی کیا قیامت مین
کہین اے سخت جانی ہاتھ جھوٹا ہو نہ قاتل کا

"کڑی کرنا - ذم کا پہلو رکھتا ہے - اور عامیانہ بولی ہے"

کڑی کرنا بمعنی سختی فصحا کی زبان ہے - چونکہ سختی کرنا مستعمل ہے - لہذا اُسی کا مرادف کڑی کرنا کہا گیا ہے - اس مین ذم کا پہلو مطلق نہین نکلتا -

گلزار نسیم ؎ زنجیر جنون کڑی نہ کرنا | دیوانے کا پاؤن درمیان ہے

(کھوج) - ذوق - ؎

کہان ڈھونڈے کوئی دل کو ہجوم داغ سوزان مین
ملے کھوج ایک پروانے کا کیا گنج شہیدان مین

"کھوج" متروک ہے - (پتہ) صحیح اور فصیح ہے -"

کھوج بھی فصیح ہے - ذوق نے متعدد جگہ کہا ہے (پتہ) (ہ) سے صحیح نہین الف سے لکھنا چاہیے - ذوق - ؎

مُدّے ہم نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا | اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

(کیونکہ) - مومن - ؎

کیونکہ امید وفا سے ہو تسلی دل کو | فکر ہے یہ کہ وہ وعدے سے پشیمان ہوگا

"کیونکہ" متروک (کیونکر) مستعمل ہے (کیونکہ) بعض محل پر مستعمل ہے "آپ کی بات صحیح نہین ہے کیونکہ مین نے تحقیق کی -"

یہ عجیب بات ہے کہ ذرا سا (ر) کا شوشہ کتابت مین کاتب سے رہ گیا اور خواجہ صاحب نے فوراً اعتراض جڑ دیا - اور ایک لفظ متروک ہاتھ آگیا - ذرا تو سمجھ سے کام لینا چاہیے - مومن سا کامل الفن اُستاد اُسے "کیونکہ" اور "کیونکر" مین بھی امتیاز نہین ہو سکتا تھا - کیا قیامت ہے -

(کام نکلتا) - مومن - ؎

کیون کام طلب ہے مرے آزار سے گردش | ناکام سے دیکھا ہے کبھی کام نکلتا

"کام نکلتا" غیر فصیح (کام نکلنے) مستعمل ہے مگر کام نکلتا ایسے موقع پر مستعمل ہے انسے کیا کام نکلتا"
کام نکلتا سے کام نکلنے ضرور فصیح ہے۔ مگر اس فقرہ مین بھی ایک غلطی رہ گئی۔ وہ یہ کہ
مستعمل کے بعد "ہے" چاہیے تھا۔

(کبھو) بقافیہ۔ گلو۔ ذوق۔ ؎

کب ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا | کہی جو اس مین کرے تو پیے لہو میرا
نظر جو آتا ہے اب تک فلک کا زنگ سیاہ | پڑا تھا سایۂ بخت سیہ کبھو میرا

"کبھو" متروک ہے (کبھی) مستعمل ہے۔ اس کا قافیہ گلو کے ساتھ ناجایز ہے"
کبھو اب ضرور متروک ہے۔ مگر اس کا قافیہ گلو و آرزو کے ساتھ ناجایز کہنا۔ مؤلف کی ناواقفیت
کی دلیل ہے۔ (ذوق)۔ ؎

مرے جو موت کے عاشق بیان کبھو کرتے | مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

(کٹانا) ۔ آتش۔ ؎

کس خوشی سے دوڑ کر عاشق کٹاتے ہین کلا | نقش جب لے ترک جو ہر ہے تری شمشیر کا

"کٹاتے ہین" غیر فصیح (کٹواتے ہین) صحیح کیونکہ اس کا متعدی المتعدی کٹوانا ہے۔ کٹانا
نہین ہے۔"
کٹوانے سے کٹانا فصیح اور زیادہ مستعمل ہے۔ کسی شاد کا مشہور شعر ہے۔ ؎

جو عاشق ہین نہین مرنے سے ڈرتے | کٹاتے ہین سر یا زار گردن

(کور) ۔ بواو معروف ۔ ذوق۔ ؎

ازل سے یون دل عاشق ہے نور کی قندیل | کہ جیسے عرش خدائے غفور کی قندیل
سمجھنا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق | یہ روشن آپ نے کیا پیش کور کی قندیل

"کور" مین واو معروف نہین ہے واو مجہول ہے۔ حال کے فصحا اس کا قافیہ نور دور
کے ساتھ ناجایز سمجھتے ہین۔
پہلے مستعمل تھا۔ مگر اب ضرور ناجایز ہے۔
(کھڑکائے۔ کھجلائے۔ ذوق۔ ؎

رخصت اے زندان جنوں زنجیرِ در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

"کھڑکائے - کھجلائے - قدامت کے مضارع ہیں - اس میں سے لگا کر حال بنا لیا کرتے تھے - مگر اب فصحائے حال - کھڑکاتا ہے - کھجاتا ہے - جاتا ہے - کھاتا ہے - بولتے ہیں -"

یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ کوئی نہ جانتا ہو - اہل لکھنؤ تو کھڑکائے ہے - کھجلائے ہے کبھی کہتے نہ تھے - اب اہل دہلی بھی اس کے تارک ہیں -

باب (گ)

(گھورنا) ناسخ - ؎

ہم گھورتے ہی جائیں گے تو ہر چند خفا ہو
ٹلنے کی نہیں ایسی ہے اس وقت اڑی آنکھ

"گھورنا - کا استعمال اب فصحا میں کم ہے -"

گھورنا کا استعمال اب فصحا میں زیادہ ہے - جلال - ؎

آئینہ یار دیکھ کر اپنا نکھار دیکھ کر
گھورے ہزار دیکھ کر ہم ہیں نثار دیکھ کر

ع - آرسی گھورتی ہے دیدۂ موسے بن کر

(گھایل - بقافیۂ دل) - ناسخ - ؎

موت ہے نزدیک مجھ سے کوئے قاتل دور ہے
پاس آ پہونچا ہے رہزن اور منزل دور ہے

اضطراب دوری محبوب میں معذور ہوں
کیوں نہ تڑپے جبکہ اس قاتل سے گھایل دور ہے

"گھایل بفتح یا رہے - (دل) کے ساتھ اس کا قافیہ ناجایز ہے -"

اس کی بحث بہت کچھ ہو چکی ہے - بعض شعرا نے - یا دل کے ساتھ "گھایل" کو قافیہ کیا ہے مگر آخری فیصلہ اس کا جلال نے یوں کیا ہے - وہ اپنے لغت سرمایۂ زبان اردو میں لکھتے ہیں - "اتفاق جمہور فصحائے لکھنؤ کا یائے تحتانی کے کسرے ہی پر ہے - یعنی مکسور ہی پڑھتے ہیں اور دل اور بسمل کے قافیے میں لاتے ہیں -"

اب جلال کی تحقیق کے مقابلے میں مؤلف کے لکھنے کا کیا اثر ہو سکتا ہے - مگر نہ جاننے والے غریب بہک ہی جاتے ہیں - رشید - ؎

جان جائے تو محبت مین کسی کے دل جائے   دل جو ٹھہرے تو کسی تیغ کا گھایل ٹھہرے

یہ غزل - دل وبسمل کے قافیے مین ہے -

باب (ل)

(لُون) - ذوق - ؎

زخم دل پر میرے کیون مرہم کا استعمال ہے   مشک گر مہنگا ہے تو کیا لُون کا بھی کال ہے

"لُون - متروک ہے - (نمک) مستعمل ہے -"

یہ اُس وقت کی زبان تھی جب "عروس سخن" اپنے میکے یعنی دہلی مین کھلے بالون کھیل رہی تھی - چنانچہ خود مؤلف نے ناسخ کا بھی یہ شعر لکھا ہے - ؎

گر سودۂ الماس نہ تھا لُون چھڑکتا   یہ ہر دہن زخم کو قاتل سے گلا ہے

نصف صدی سے زیادہ زمانہ گذرا کہ پھر - نمک - کی جگہ لُون کسی نے نہین کہا -

باب (میم)

(مین نے خواب کیا) - امیر - مراۃ الغیب -

نماز پڑھ کے عشا کی جو مین نے خواب کیا   تو پچھلی رات کو دیکھا کہ کوئی مثل سروش

"خواب کرنا خلاف محاورہ ہے - اصل مین خواب کردن کا ترجمہ ہے مگر فصحا اردو مین خواب آنا - اور سونا بولتے ہین - لہذا قابل ترک واحتیاط ہے - (مین سویا) یا (مین سوگیا) یا (مجھکو خواب آگیا) بولنا چاہیے - (مین نے خواب کیا) بالکل غیر فصیح ہے -"

اس کا جواب پہلے لکھا جاچکا ہے - ناظرین پچھلے صفحون مین دیکھ لین -

(مقدر نے رو دیا) - داغ - ؎

محبت نے کی جب مری دستگیری   مقدر نے رو رو دیا ہاتھ مل کر

"رونا فعل لازم ہے - اور فعل لازم کے ساتھ "نے" نہین لاتے - مقدر نے رو دیا کہنا غیر فصیح ہے - اسی طرح مین نے ہنس دیا ناجایز ہے - مقدر رو دیا کہنا چاہیے - یعنی مقدر ہاتھ مل کر رو دیا) کہنا چاہیے -"

"نے" کے ساتھ اور بغیر "نے" کے دونون طرح مستعمل ہے کیونکہ "دیا" فعل متعدی ہے

داغ نے بہت صحیح کہا ہے ۔

(مُوّا) ۔ امیر ؔ سے

مُوّا کہ زندہ رہا نامہ بر نہین معلوم — کچھ آج تک ہمین اُسکی خبر نہین معلوم

مومن سے — سم کھا مُوے تو دردِ دل زار کم ہوا — بارے کچھ اس دوا سے تو آزار کم ہوا

"مُوا ۔ متروک ہے (مرگیا) مستعمل ہے"

مرا ۔ کی جگہ "مُوّا" شعرا نے استعمال کیا ہے ۔ تا کہ ذم کا پہلو نہ رہے ۔ یہان تک کہ بول چال مین بھی بعض بعض جگہ ۔ جیسے یہ مشہور مثل زبانون پر ہے "مُوے پر سو دُرّے"

اب شعرا کے استعمال ملاحظہ ہون ۔

خواجہ وزیر ۔ سے — کیا قتل اُس نے غیرون کو موے ہم رشک کے مارے
اجل بھی دوستو آئی نصیب دشمنان ہو کر

قلق سے — مواصدقے کیا وہ بھاڑ مین جائے — جو تمھارے قدم سے مجھکو چھڑائے

" سے — نام کو اُس مُوے کے آگ لگاؤ — ذکر ایسے کا میرے آگے نہ لاؤ ۔

(میان) ۔ امیر ۔ سے

مجھکو گلیون مین جو دیکھا چھیڑ کر کہنے لگے — کیون میان کیا ڈھونڈتے پھرتے ہو کیا جاتا رہا

آتش سے — دہن مین آپ کے البتہ مجھکو حجت ہے — کمر کا بھید جو پوچھو میان نہین معلوم

"(میان) متروک ہے"

میان متروک نہین ہے بلکہ روزمرہ مین داخل ہے ۔ اور ان دونون شعرون کی تو جان ہے ۔ مؤلف صرف دو لفظون مین لکھدیتے ہین کہ یہ لفظ متروک ہے ۔ آخر کوئی وجہ بھی متروک ہونے کی ہے ؟

قلق سے — کیون میان کس طرف سے آنا ہوا — کتنا اس جوگ کو زمانہ ہوا

(مارے) ۔ آتش ۔ سے — رشک کے مارے زمرد خاک مین مل جائے گا
بُندے پر اُس گوش کے فیروزہ ہیرا کھائے گا

" ۔ مرتے ہین رشک کے مارے پس دیوار رقیب — شور کرتا ہے جو پازیب کا دانہ شب وصل

"رشک کے مارے مرتے ہین (یعنی رشک کے سبب سے مرتے ہین) یا تمھارے مارے ہم نہین آتے۔ یعنی تمھارے سبب سے (مارے کے معنے سبب کے) فصحا نہین بولتے۔ ہان مارے کے معنے مارنے کے لیے جاتے ہین۔ جس کو سر ط بدنا ہو ہاتھ مارے۔ (مارے کوڑون کے اُڑا دونگا) صحیح ہے۔"

رشک کے مارے۔ حیا کے مارے۔ غم کے مارے۔ روزمرّہ ہے اور بالکل صحیح ہے۔ یہان مارے سبب کے معنے نہین دیتا۔ بلکہ کثرت کے معنے دیتا ہے۔ باعث کے معنے مین اگر کوئی کہے تو بیشک غلط ہوگا۔

خواجہ وزیر۔ کیا قتل اُس نے دشمن کو موے ہم رشک کے مارے
اجل بھی دوست آئی نصیب دشمنان ہو کر

امیر۔ ناز کہتا ہے کہ جان اُس کی ہو تم جی نہ اُٹھے
مارے اس ڈر کے جنازے پہ وہ آتے بھی نہین

(مرلینا)۔ امیر۔ نہ توڑ شام سے اے دل شب فراق مین دم
ابھی تو رات ہی ساری پڑی ہے مرلینا

"مرلینا غیر فصیح۔ (مرجانا) فصیح۔"

مرجانے کا یہ موقع نہین ہے۔ مرلینا کا محل ہے۔ کسی اہل زبان سے پوچھیے۔

(مچا لیجیو)۔ ناسخ۔ دیوان دوم
شب فرقت مین مچا لیجیو غل غل میری طرح اے مؤذن! ہے شب وصل! خدارا خاموش

"مچا لیجیو متروک ہے (مچا لینا) فصیح ہے۔"

لیجیو۔ دیجیو۔ تو نصف صدی سے کوئی نہین کہتا۔ ضرور متروک ہے۔

(مُنْدْ)۔ غالب۔ مُند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

"مُند گئین۔ متروک ہے (بند ہوگئین) مستعمل ہے۔"

افسوس کہ اس درجز کے رسالے مین کس قدر کتابت کی غلطیان ہین۔ پہلا مصرع شاید یون ہے

"مُند گئیں دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں غالبؔ" اہل لکھنؤ نہ پہلے کہتے تھے نہ اب۔ اہل دہلی کے کلام میں بھی اب نہیں ہے۔

(مت)۔ غالبؔ ؎

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ
اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

"مت متروک ہے (نہ) مستعمل ہے۔ لیکن مت سمجھ کے معنے میں مستعمل ہے (تمھاری مت ماری گئی)"

مت۔ نہ کے معنے میں ضرور غیر فصیح ہے۔ مگر بعض اساتذہ اس کو اب بھی استعمال کرتے ہیں۔ جیسے امیر الشعرا۔ مولنا احمد حسین تمنا مرزاپوری تلمیذ حضرت غالب ایک شعر میں کہہ گئے ہیں۔ ؎

اک تجاہل سو بلائیں دور کرتا ہے حضور
لاکھ محشر میں کوئی چلائے تم مت دیکھنا

بول چال میں بھی یہ لفظ اب تک داخل ہے۔ جیسے (اُسے مت مارو) ایسی حالت میں متروک کا فتوےٰ نہیں دیا جا سکتا۔

مطالع۔ آتشؔ ؎

لکھے ہیں سرگذشت دل کے مضمون سربسر اس میں
تماشا قتل گہ کا ہے مطالع میرے دیوان کا

"مطالعہ صحیح ہے۔"

یہ بھی کتابت کی غلطی ہے۔ مومنؔ۔ و داغؔ کے دو شعر پہلے دکھائے جا چکے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایک معمولی فروگذاشت کاتب پر ایسی نکتہ چینیاں اساتذہ پر کی گئیں اور یہ نہ سمجھے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ صرف اس لیے کہ ایک لفظ کا اضافہ متروکات کی فہرست میں اور ہو جائے اور اصلاح زبان اردو کی کسی طریقہ سے خانہ پری کی جائے۔

(مانگے ہیں)۔ غالبؔ ؎

دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک
چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے

"مانگے ہیں" اب نہیں بولتے۔ (مانگتے ہیں) کہتے ہیں۔ ہاں ایسے محل پر کہ آپ سے دو روپیہ مانگے ہیں۔ آپ سے دو شالے مانگے ہیں۔ ماضی قریب کے معنے پر بولتے ہیں لیکن یہ بھی غیر فصیح ہے۔ منگوائے ہیں۔ کہنا چاہیے۔

(مُقنّع) - بروزن - اُرنّع - ناسخ دیوان اول

غرور اوج دو روزہ پر عبث ہے تجھکو اے سفلے
مین مثلِ ماہ گردون ہون تو مثل ماہ مقنع ہے

"مقنّع بہ تشدید بروزن مُلمّع صحیح ہے۔"

یہ دونون متروکات صحیح بتائے گئے ہین - خواہ مخواہ کی کوئی ضد نہین ہے کہ صحیح کو بھی غلط کہدیا جائے -

باب (ن)

(نگھرا) - امیر ؎ دیکھون اب خانہ خرابی مجھے لیجائے کہان
نگھرا کرکے تو ہین آپ سدھارے گھر کو

"نگھرا - عورتون کو محاورہ ہے - مرد (بے گھر) بولتے ہین"

کیا یہ لازم ہے کہ عام طور سے جو لفظ عورتون کی زبان پر آئے - اس کا استعمال مرد نہ کرین - اسیر نے تو آنکھین پھوٹین کہا ہے جو خاص محاورہ ہے -

؎ مین تھا اور رات تری زلف کی افشان کا خیال
آنکھین پھوٹین جو نظر آئے ہون انجم مجھکو

(ناںگون) - امیر ؎ جو آتا ہے وہان سے چیتھڑا تن پر نہین لاتا
عدم مین یا الٰہی کیا کوئی ناںگون کی بستی ہے

"ناںگون - غیر فصیح ہے (ننگون) فصیح ہے -"

افسوس کا مقام ہے کہ نہ کسی لفظ کی تحقیق ہے نہ تدقیق - جو زبان پر آیا کہدیا جو قلم سے نکلا لکھدیا - اگر مؤلف کو معلوم نہ تھا تو کسی سے دریافت ہی فرمالیتے - اس مین کوئی کسر شان تو ہو نہ جاتی - اب مین عرض کیے دیتا ہون - ناںگا ایک قوم ہے جو برہنہ رہتی ہے اب فرمایئے ننگون کا یہ کون موقع ہے -

(نیورہانا) - آتش ؎ تواضع دشمن جان کی زیادہ قتل کرتی ہے
خم شمشیر معشوقون کا نیورہانا ہے گردن کا

"دھیورھانا - متروک (جھکانا) صحیح"
واقعی اب متروک ہے

(نہ ہووے) - آتش - ؎
حیف کی جا ہے نہ ہووے نرم و چرب اُس کی زبان
پرورش پایا ہوا یہ آدمی ہے شیر کا

"نہ ہووے متروک (نہ ہو) مستعمل ہے"
اب نہ ہووے کوئی نہین کہتا -

(نے) - آتش - مژگان یار تیر ہین ابرو کمان ہے
نے اس کمان کا مثل نہ اس تیر کا جواب

"نے متروک ہے (نہ) مستعمل ہے -"
"نے"، ضرور متروک ہے - مگر اب بھی بعض مستند اساتذہ کے کلام مین نظر آتا ہے
مگر شاذونادر -

(نمط) - ذوق - ؎ ہے قطع رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط
یان شمع نمط سر ہی کے بل جائیے تو اچھا

"نمط" غیر فصیح (طرح) بولنا چاہیے (یان) متروک (یہان) مستعمل ہے (بل) غیر فصیح
(بھل) مستعمل ہے"
نمط فارسی کا لفظ ہے - مانند کے معنے مین بے تکلف مستعمل ہے - "یان" کا استعمال
بھی جایز ہے - بل دلّی کی زبان ہے - بجائے اس کے اہل لکھنؤ بھل بولتے ہین -

امیر - ؎ ہم اور معرکۂ امتحان سے ٹل جاتے
جواب پاؤن جو دیتے تو سر کے بھل جاتے

(ناخن جگر کھودنے لگا -) - غالب - ؎
پھر جگر کھودنے لگا ناخن آمدِ فصل لالہ کاری ہے
"(ناخن کا جگر کھودنا) اب محاورے مین داخل نہین ہے (ناخن جگر چھیلنے لگا) بولا جاتا ہے"

اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ چونکہ غالب کو فارسی مین انہماک زیادہ تھا اس لیے جگر کاوی کا ترجمہ جگر کھودنا کہہ گئے۔ جس کی کوئی تقلید نہین کرتا اور نہ کرنا چاہیے۔

(نزدیک وصل) - اسیر سے

نزدیک وصل دلربا دل کو تسلی ہے بجا لنگر سفینے کو ہوا پونہچا اگر ساحل کے پاس

"نزدیک وصل) جملہ غیر فصیح (ہنگام وصل) کہنا چاہیے"

جبکہ مصرعۂ ثانی مین ساحل کے پاس کہا گیا تو مصرعۂ اولیٰ مین نزدیک وصل کہنا بالکل برمحل ہے۔ ہنگام وصل کا یہ موقع نہین ہے۔ ذرا سمجھ سے کام لینا چاہیے۔

(ناپیدا) - داغ سے آفرینش سے مری کچھ اور تو مطلب نہ تھا
مدعا یہ تھا کہ پیدا کر کے ناپیدا کرون

"ناپیدا" غیر فصیح - (ناپید) مستعمل ہے۔"

ناپید اور ناپیدا دونون صحیح ہین۔ اکثر اساتذہ نے کہا ہے۔ اسیر نے بھی ایک شعر مین کہا ہے۔ وہ لکھتے ہین سے

منحصر تیری کمر پر کچھ نہین اے بے دہن جسکو جی چاہے وہ پیدا کر کے ناپیدا کرے

(وان) اسیر - صنمخانۂ عشق - سے

ہم چاہین دل ملین وہ ملاتے نہین ہین آنکھ وان جام سے گریز یہان ہے سبو پسند

"وان کا استعمال اب فصحا نہین کرتے (وہان) مستعمل ہے مگر فصحائے دہلی جایز رکھتے ہین"

فصحائے لکھنؤ بھی جایز رکھتے ہین۔ دیکھیے مثنوی طلسم الفت مین قلق نے متعدد مقامات پر "وان" کا استعمال کیا ہے۔

قلق سے یان تو برپا تھی بزم شادی کی وان بن آئی تھی نامرادی کی

(ویا) ناسخ سے بعد مدت سو گیا ہون چین سے یہ جنازہ ہے ویا گہوارہ ہے

"(ویا) غیر فصیح (واو) زائد ہے۔ صرف (یا) کہنا چاہیے۔"

اس کے متروک ہونے مین کسے کلام ہو سکتا ہے۔

(ولے) - ناسخ سے ہون تو دیوانہ ولے کہتا ہون دانائی کی بات حلقۂ زنجیر بہتر حلقۂ احباب سے

"ولے متروک (مگر) مستعمل ہے۔"

"ولے" اب واقعی متروک ہے۔

(وصلت) آتش ۔ فراق انجام کار آغاز وصلت میں بلا شک ہے
بہت رویا میں روح تن کو جب مشتاق ہم پایا

امیر ۔ ہوش اُڑے تھے تو اُڑے تھے خبر وصلت سے
نیند کیوں اُڑ گئی آنکھوں سے خبر کی صورت

"وصلت میں "ت" زائد ہے اس سبب سے بعض فصحا نے ترک کر دیا صرف (وصل) باندھتے ہیں۔"

اس "وصلت" پر محبوب صاحب نے اپنے مضمون میں کافی بحث کی ہے۔ گو لکھنؤ کے اکثر اساتذہ اثبات اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر جلال تسلیم داغ۔ اور آخر میں امیر نے بھی اس لفظ کو ترک کر دیا تھا ولیکن دُوہیں سُوو۔ دُوہی۔ یہ چاروں لفظ قابل ترک ہیں۔ لہٰذا ان الفاظ پر بحث بیکار ہے۔

باب (ی)

(یاں) غالب ۔ محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

امیر ۔ ہو جسے جس چیز کی خواہش ملے اس بزم میں
ڈھونڈھے گر عاشق تو یاں معشوق کا پائے وہاں

آتش ۔ وہ حد کم ظرف ہیں جو ایک ساغر میں بہکتے ہیں
نہیں قطرہ بھی یاں ہنگام نوشا نوش میں دریا

"یاں" نزد فصحائے لکھنؤ متروک اور غیر فصیح ہے۔ لیکن فصحائے دہلی جائز رکھتے ہیں۔"

یاں اور واں کو فصحائے دہلی اور لکھنؤ دونوں جائز رکھتے ہیں اور بے تکلف استعمال کرتے ہیں

۔ یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مرے سب کے جواب میں

۔ چال ہے مجھ ناتواں کی مرغ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہے گماں یاں رہ گیا واں رہ گیا

قلق ۔ دھیان سونے کا یاں مسہری پر
فکر تابوت و شامیانہ اُدھر

جلیل ۔ کس کی مجال ہے ترے اوصاف لکھ سکے
یاں ہے قلم شکستہ پر جبرئیل کا

خاتمۃ الطبع از ہیچمدان خاکسار محمد عبد الرحیم لکھنوی مصحح رسالۂ ہٰذا۔

گذارش ہے کہ حسب الحکم مکرمی جناب مولوی سید مبارک علی شاہ صاحب۔ خاکسار نے اس کتابت کی تصحیح کی ہے۔ اصلاح خواجہ صاحب نے۔ اُس پر اصلاح صفدر صاحب نے لکھی ہے۔ اصلاح کی جتنی عبارتیں صفدر صاحب نے نقل کی ہیں وہی نظرِ احقر سے گذریں۔ مطبوعہ رسالہ مین نے نہین دیکھا۔ نمبر ۲ نے جابجا ترک کو نہ تسلیم کرکے جواب لکھا ہے۔ اور بعض جگہ نمبر ۱ کے متروک کو تسلیم کرکے لکھا ہے کہ (خواہ مخواہ کی کوئی ضد نہین) مگر کتنی ہی جگہ نمبر ۲ نے ایسے متروک تسلیم کر لیے کہ جنکے سقم و ثقل یا عدم صحت مین خاکسار کی فہم ناقص نے کام نہ دیا۔ احقر کی غرض نہ ان دونو نمبر ردّ و اعتراض۔ نہ اساتذہ پر کہ یہ تو بعینہٖ آسمان پر خاک ڈالنا ہے۔ غرض صرف یہ ہے کہ جن مقامات پر نمبر ۲ نے غور نہین فرمایا۔ سطحی طور پر بادی النظر مین جو کچھ اُن کی سمجھ مین آیا لکھدیا۔ اون مین حسب الحکم جنابِ مزبور مالک مطبع کہ قدردان و ناشرِ علوم و فنون اور شایق ترقی اردو ہین۔ اپنی رائے ناقص بھی اس خاتمے مین نذرِ ناظرین کر دون۔

ص ۱۴ ۔آپی۔ آپ اسم ہے بمعنی خود۔ اور (ہی) حرف جو حصر و انحصار کے معنے دیتا ہے۔ اسم و حرف کو ملا کر ایک کر دینا جایز نہین۔ سہ ہم نظر آپی مین استعمال نا درست ہے۔ (خود ہی) کہنا تھا۔ اور شعر ناسخ۔ سہ آپ ہی شاہد ہے آپی رند ہے۔ مین درست ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ شاعر نے درستی وزن کے لیے تصرفاً تخفیف کی ہے۔ اب اس تعلیم کی ضرورت نہین کہ کوئی شاعر (آپی) کا لفظ نہ باندھے۔

ص ۱۵ ۔اُچکی ہوئی نگاہ اور نظر اردو مین مستعمل ہے۔ جس سے مراد کھٹکی ہوئی نگاہ ہے۔ تقدیر کو اُچکانا۔ داغ کا تصرف ہے۔ کجا بھٹکنا۔ اور کجا بلندی پر قیام۔ اُچکنا اور گرنا۔ تقدیر کا مشغلہ۔ سمجھ مین نہین آتا۔

ص ۱۵ ۔اک اشکال پر دونو اعتراض کمزور ہین۔ مصادر کا استعمال مدت سے زبان زد ہے ۔ ایک اصلاح ہے، ایک احسان ہے، ایک اعتراض ہے۔ ایک اطمینان ہے۔ جو محاورات نثر مین

رائج ہین۔ اونکا کلام موزون" مین باندھنا کیونکر گناہ ہوگا۔ (لکیرین جال ہے) اشرفیان مال ہے۔ طلا ہے۔ سونا ہے۔ اشکال بمعنی پوشیدہ شدن کار۔ امر صعب۔ دشوار۔ مصدر کو اسم مصدر کی جگہ بولنا بالکل فصیح ہے۔

ص۵ا۔ اس طرح سے۔ پہلے (سے) کے ساتھ تکمیل معنے کے لیے بولا گیا۔ یعنی اِس وضع ہیئت شکل۔ کے ساتھ۔ آگے۔ پھر جب ۲ لفظون (اس طرح) مین پورے معانی مفہوم ہونے لگے تو (سے) کا ترک ایجازاً روا رکھا گیا۔ نہ یہ کہ (سے) متروک کردیا جائے ایسی حالت مین ناثر و ناظم کو اختیار ہے کہ بلحاظ قرینہ و موقع جہان چاہے لے یا چھوڑ دے بالکل یہی حال سر پرسے صدقہ۔ اور سر سے صدقہ کا ہے۔ کہ صدقہ سر کے اوپر سے گردش دیا جاتا ہے۔ اسلیے پہلے سر پر سے صدقہ۔ بولتے تھے۔ پھر جب اس ہیئت کا مفہوم۔ عام اذہان مین سریع الحصول ہوگیا۔ ایجازاً۔ پر کو چھوڑ دیا۔ وہی اختیار پس مین باقی ہے متروک کیسے ہوسکتا ہے۔

ص۱۳ا۔ اوپر آتش کے شعر مین بالکل فصیح و بلیغ ہے۔ علاوہ ضرورت شعری کے اس مین زیادت معنے بھی ہے۔ لفظ اوپر سے فوقیت صوری صاف و واضح طور پر عیان ہوتی ہے۔ کیونکہ پر کبھی فوقیت مجازی مین بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے (دل پر بوجھ ہے)

ص۱۳ا۔ آن کے۔ مصدر آنا بالنون ہے۔ اگر ماضی مین بھی نون کا اثبات کیا۔ کچھ بیجا نہین کیا اوس وقت مروج تھا۔ اب کہتے تو یون کہدیتے سے قتل کیا آکے یہ اچھا کیا + اب بھی اگر بضرورت شعری آن کے باندھا جائے تو کچھ عیب نہین۔

ص۱۴ا آسان پھر گیا داغ۔ محاورے سے خوب واقف تھے۔ یہ اون کا تصرف ہے اب بھی کام آسان ہوگیا بولتے ہین۔ یہ وہی مسئلہ ہے کہ "اس طرح سے" مین (سے) نیر نے گھٹا دیا اور یہان بڑھاتے ہین۔ سے بمعنے معیت و ساتھ ہے۔ نہ بولے تو بھی مفہوم سمجھ ہی لیا گیا

ص۱۶ا آفتاب تیز کا ایراد کچھ بے نہین۔ (نمبر) نے لکھا "تیز بمعنی گرم"۔ حالانکہ تیز کے معنی شدید الحرارۃ ہین جس کی لوین جھلسے دیتی ہون۔

ص۱۶ا۔ ادر۔ بوزن فعَ۔ استاذ امیر خوب جانتے تھے کہ یہ آزحو مکتوباً (اور) اور ملفوظاً (ار)

ہے حرف عطف سمجھا جائیگا۔ نہ از مخفف اگر۔

ص ۱۷۔ ایک مدت۔ اور "مدت" "مدتون" "مدتین"۔ یہ سب طوالت ازمان کے معنے دیتے ہین۔ پہلے تک بھی مستعمل تھا۔ پھر اجازاً گھٹتا گیا۔ اب صاحبین مدعی ہین کہ کمال ہی ہے کہ "در نہایت ہدایت کی طرف رجوع کر جائے" حالانکہ سے اور تک گرانے کا اوپر بیان ہوچکا ہے۔ یہان (تک) کو بڑھاتے ہین۔ ظاہرا اونکی نظر مناسب ہین المسائل پر نہین پڑتی۔ مصرع ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا + ایک مدت وہ کاغذ نم رہا۔ دونونکے معنی ایک ہین۔ تک بضرورت تکمیل وزن لائے تو پالا نہین مارلیا۔ ناسخ ایک مدت۔ باندھکر چھوڑی نہین رہ گئے۔ ناسخ کی بندش معنی خیز، عبور محاورات کی توصیف وتحدید۔ حد بیان سے مستغنی ہے۔

ص ۱۸۔ اندر باہر لگے ہوے۔ بقول ممبر ذم کا پہلو ہے" سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ظریف نثر و نظم کے معمولی الفاظ سے۔ باعتبار قرینہ وموقع ذم کا پہلو نکال لے۔ تو کیا آپ اوس لفظ کو متروک کر دینگے؟ ۵۰ برس ہوے کہ ایک شاعر نے (نیوفیشن) کی مدح مین قطعہ کہکے اودھ پنچ مین شائع کیا۔ ماؤنشا کے واسطے جاجم ہو یا دری + ہین۔ بیٹھنے کے واسطے سب جن پہ بیٹھیے یہ ہین وہ باوقار کہ جاتے ہین جسکے گھر + کرسی اوٹھا کے کہتا ہے آپ اِس پہ بیٹھیے +

اِس ضمیر صریحاً کرسی قریب کی طرف راجع ہے۔ مگر ظریفون نے اودھ پنچ مین دیکھکر لفظ اس مین مذموم پہلو پیدا کر لیا۔ یہی حال لگنے کے مصدر کا ہے۔ یہ سب بجائے خود اپنے معنے دوام استناد۔ چمٹنے۔ اور جم جانے وغیرہ کے دیتے ہین۔ اگر کوئی ظریف مذموم پہلو پر نظر ڈالے تو نہ یہ متروک ہونگے۔ نہ اِس۔ اسم اشارہ متروک ہوسکا۔ بہتیرے لفظ ذو معنیین اردو اور دیگر زبانون مین مروج ہین

ص ۱۹ انگریز کی تشدید گاف تصرف ضرورت شعری ہے۔ ناسخ خوب واقف تھے۔ انگریز بوزن رنگریز نہین۔ انگلینڈ سے انگلیز مشتق ہو کر لام کا رے۔ سے بدلا ہوگیا۔ بنگالی سی بڑنگیز

ص ۱۹ الَنگ کو ناسخ نے بمعنی گوشہ استعمال کیا ہے۔ یعنی قطعہ یک جانب۔ ممبر الَنگ کو بمعنی سمت وجانب سمجھے۔ گنوارون کی بولی ہے۔ "ایک الَنگ ہو جاؤ" ۔ حالانکہ الَنگ۔ الَنگا۔ بحسب جسامت پتھر کے ٹکڑے کو کہتے ہین۔ جو دیوارون مین مثل اینٹ کے چونا یا گارا

لگا کر جوڑا جاتا ہے۔ اکثر سنگین ستونوں سے کاٹا جاتا ہے۔ لہذا ستون کا ایک گوشہ قرار پایا
شاعر نے آئینہ خانے کو جو محسوس صوری چیز ہے عظیم و فراخ قرار دیکر۔ سد سکندر کو اوسکا
ایک گوشۂ خرد بتایا ہے جو خود بھی محسوس چیز ہے۔

ص۳۱ اندھیاری اور ریان میں شعرا زیادت لفظ سے زیادت معنے مراد رکھتے تھے۔ شدید
و وسیع ظلمت مراد لی ہے۔ علم بلاغت کا یہ ضابطہ کہ زیادت لفظ سے زیادت معنے مراد لیجاتی ہے ترک ہو سکتا ہے

ص۱۹ اگلانا۔ اگر اگلوانا سے بحذف واو بنایا گیا۔ تو یہ غیر فصیح و غیر صحیح کیوں ہونے لگا۔
بہت مصادر میں واو محذوف ہوا۔ یا واو ثقیل تھی۔ بعد حذف واو فصیح و خفیف ہوگئے
دلوانا۔ دلانا۔ منگوانا۔ منگانا کھلوانا۔ کھلانا کروانا۔ کرانا۔ کٹوانا۔ کٹانا۔ نمبرا۔ سمجھے کہ
اگلوانا۔ کٹوانا۔ متعدی المتعدی ہے حالانکہ اگلنا متعدی بیک مفعول۔ اور اگلانا متعدی
بدو ہے۔ (نمبر۲ سے بھی جذبہ دوستی نے منوا ہی لیا۔ فرمایا (یہ) حاشیہ صحیح ہے)

ص۲۱ بیون باس۔ اس سوا کے مثل ہے۔ اگر کوئی ناظم مبتدی ایسی ہی تقلیدیں کیا کرے تو
عمر بھر شاعر نہیں ہو سکتا۔ یہ کام اجتہاد ہے۔ نہ محض شعرائے ماتقدم کی تقلید۔

ص۲۶ پکارے۔ امیر نے پکارے بمعنی مستقبل لکھا ہے (میں پکارا) وہ لوگ پکارے یہ صیغے
ماضی ہیں۔ یہاں استاد نے پکاریگا مستقبل کو مخفف کرکے (پکارے) ایجاد بضرورت
بنا لیا ہے۔ معنی یہ ہیں۔ اگر رخ پھیروں تو دہن خم جو بے صدا ہے چیخ کر مجھ سے کہیگا کہ
مجھکو نہیں۔ (شعر میر میں پکارے بمعنی پکارتے ہیں۔ حال ہے

ص۲۷ پر رکھے جاتا ہے۔ رکھے ہوئے جاتا ہے۔ اول میں ابہام ترک و معیت ہے یعنی
چھوڑے جاتا ہے۔ یا ساتھ لیے جاتا ہے۔ دوم میں ابہام ترک نہیں۔ مگر قرینہ کہ یہ جبہ دستار
میں نامہ ہے جس کو ساتھ لیجانا دستور ہے۔ یہی دلالت کریگا کہ ساتھ لیے جاتا ہے۔ نہ کہ
یہیں رکھے۔ چھوڑے جاتا ہے۔ اب کوئی شاعر اس معنے کو ادا کرے تو بجائے۔ رکھے۔
(لیے) غیر مبہم لکھیگا۔ استاد نے جان بوجھکر (ہوئے) حذف کیا ہے اس میں اصلاح و
تائید کا کچھ کام نہیں۔ رکھے۔ رکھے۔ رکھے۔ رکھ دینا۔ رکھ دینا۔ رکھ جانا۔ رکھ چھوڑنا۔ رکھ لینا
سب کے مواقع استعمال جداگانہ ہیں۔ جنکو اہل زبان خوب جانتے ہیں۔ بیان میں طوالت ہے۔

ص۳۱ خون جگر کھا لینا درست ہے۔ یہ توجیہ کہ (ترجمۂ فارسی ہے) چھوڑ کر دیکھیے کہ خون جگر کھانا خود جگر کو کھانا ہے جو منجمد ہے۔ سیال نہین۔ نہ اوس مین خون موجود ہے خونِ دل پی لینا البتہ درست ہے کہ دل منبع خونِ سیال ہے۔

ص۳۱ ۔ دینی لینی مصادر کی تانیث باعتبار اوس اسم کے ہے جو مصدر سے ملحق ہو۔ تعزیر دینی۔ بات کرنی۔ راہ چلنی۔ رعایت کرنی۔ یہ سب درست و مروج ہین۔ یہ کون بولتا ہے کہ (مزدور کو بھیڑوا دینی ہے) اور (یہ کھمبا اوٹھانی ہے) اگرچہ تعزیر دینا راہ چلنا باتین کرنا سب درست ہے۔ مگر دقیقۂ معنوی یہ ہے کہ جب بولنے والے کی مراد خفتِ فعل ہوتی ہے۔ اوس وقت اسم مؤنث کو مصدر مؤنث کے ساتھ بولتا ہے۔ شیخ ناسخ عالم معنے و بیان تھے جیسے دہلیز چھونا جرم خفیف ویسے ہی اوسکی سزا بھی خفیف چاہیے اس مناسبت سے مصدر مؤنث لائے۔

ص۳۲ ڈھول دھپا کو نمبر ا نے فرمایا (عامیانہ محاورہ ہے)۔ عرض یہ ہے کہ عامیانہ محاورہ نہین بلکہ عامیانہ حرکات و افعال ہین۔ اگر خواص لوگ کسی جاہل و عامی کے واقعۂ ڈھول دھپا کو بیان و ادا کرنا چاہین تو یہی الفاظ بولنا پڑین گے۔ جوتی بیزار لات جوتی مار پیٹ۔ مواقع خصوصیت کے لیے خاص ہین۔ ہنسی۔ مذاق۔ چہل۔ یارون مین دل لگیان ڈھول دھپا۔ اسکے برخلاف ہین۔ غالب نے نفی کی ہے۔ کہ اس باوقار و تمکین کا یہ شیوہ نہین۔ پیشدستی مین ہی کر بیٹھا تھا۔ اب نمبر ا غور فرماوین کہ غالب و مغلوب مین زبردست کون ہے۔ خطاب عام و خاص کس کس پر تقسیم ہے۔ صاحبین اگر وجود فعل کو ایک سرے سے مٹا ہی دین تو یہ بہت انسب۔ پھر نفی کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ نکو شد کہ خس کم جہان پاک شد۔

ص۳۲ دون کی لینا۔ یہی عامیانہ محاورہ۔ غیر فصیح۔ دون تین کی لینا بھی فصیح ہے۔ ہلکا اوسبک لفظون کو جو وسیع معانی پر مشتمل ہین۔ غیر فصیح کہدینا بہت آسان ہے۔ مگر فصیح کے مقابل و بالضد کوئی لفظ نہین لکھتے۔ صحیح غلط۔ صحیح سقیم۔ خطا صواب۔ جد ہزل۔ حسن قبح ظلم عدل وغیرہم بہت اضداد مروج ہین۔ مگر نمبر ا نے۔ فصیح کا ضد و مقابل نہ تجویز فرماکر صرف لفظ غیر کے ساتھ نفی تجویز کی۔ حالانکہ لفظ غیر کے ساتھ نفی اور لفظ نا کے ساتھ نفی بہن بھی

فرق ہے۔ مانا کہ نفی بالغیری کی گئی۔ تو جو فصیح نہین ود کیا ہے۔ ثقیل ہے۔ یا سقیم ہے۔ یا علیل ہے۔ یا حروف علت بہت جمع ہوگئے۔ یا اجنبی ہے جیسے (سیرن ٹن من ڈنٹ) کہ جسکی باج شعرائے نازک خیال کے کان کھائے جاتی ہے۔ معہذا غیر حسین سے قبیح اور اور غیر ظلم سے عدل ہونا بھی لازم نہین آتا۔ غرض کہ غیر فصیح کی تشریح (دون کی لینا) اور دیگر غیر فصیحون مین خود ڈاکٹر صاحب مڈیکل زبان کے بیان فیض ترجمان کی محتاج ہے

ص ۳۲ ذری کو اہل معنے نے خفت و قلت کے لیے استعمال کیا ہے۔ ذرا بسبب الف آخر کے مذکر ہے۔ اوسکا مؤنث ذری بنا لیا تو یہ وسعت زبان ہے اجتہاد و اصابت ہے۔ نمبر ا۔ اکثریت و اجماع کے تو قائل ہین ہی۔ اگر معتد بہ شعرا لفظ ذری کو استعمال کرنے لگین۔ یا کوئی۔ دس بیس شعرون مین باندھکر نام اونچون کے ڈالدے تب کیا کرینگے۔ ذرا مین خفت معنوی ضرور ہے کہ وہ ذرّہ سے بنا ہے۔ مگر آخر کا الف موجب تذکیر تھا۔ اور تذکیر مستلزم ثقل۔ اسلیے خفت صوری بھی منضم کر لی۔

ص ۳۳ رکھیو۔ آئیو۔ جائیو کے بعد نمبر ا نے لکھا۔ (کیونکہ مصدر کی علامت کو بدلکر مصدر کے معنے لینا جائز نہین) عرض یہ ہے کہ یہ رکھیو۔ آئیو وغیرہ مصدر کب ہین۔ یہ تو سب امر کے صیغے ہین۔ جو سب کے سب بجذف یا آج بھی بمعنی امر مستعمل ہین۔ رکھو۔ آؤ۔ جاؤ۔ چلو۔ تفریق یون پیدا ہوئی کہ اس ادبی و آدابی زبان مین مخاطب کی تین قسمین مانی گئین۔ ادنے و حقیر۔ متوسطین۔ اعلے۔ مقام خطاب مین بغرض حفظ مراتب ہر ایک کے لیے بوقت امر جدا جدا صیغے اور ضمائر تجویز ہو نے۔ اول کے لیے (تو) آ جا لے دے رکھ کر (طبقہ دوم اور جمع حاضر کے لیے) (تم) آؤ جاؤ۔ رکھو وغیرہ۔ سوم کے لیے (آپ) آئین جائین۔ رکھین۔ آئیے۔ جائیے۔ رکھیے وغیرہم مقام امر مین معین و مروج ہوے۔ جب یہ تینون قسمین نثر مین مروج ہوئین جو اصل ہے تو اوسکی فرع نظم مین بھی رائج ہوگئین (ان سب صیغون مین اکثر صدور فعل بحضور آمر ملحوظ ہوتا ہے۔ چوتھی قسم امر کی مصادر کا استعمال بمعنی امر ہے۔ سو مصدر بمعنی امر۔ حضور و غیبت دونو کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسے۔ کھانا۔ دینا۔ لانا۔ سونا۔ جاگنا۔ جگانا۔ انکین آمر و حاکم کی مراد یہ ہوتی ہے کہ کسی وقت عام مین یہ فعل کرو۔ (یہ چیز اوٹھا دینا) امر بحضور آمر۔ (شام بچون کو کھانا کھلانا) امر بغیبت آمر

(اون پاس جانا۔ کہنا کہ دو پہر کو تنخواہ لینا۔ لاکر والدہ کو دینا)۔ یہ سب مصادر بمعنے امر ہین یہ مصادر امر اس طرح بنے کہ انکے آخر سے لفظ (چاہیے) یا (لازم ہے) ایجازاً حذف ہو گیا جس طرح کہ صیغۂ امر غائب (عربی) لیفعل مین (ل) جو چاہیے اور بایدکے معنی دے رہا ہے۔ موجود ہے۔ صیغہائے امر۔ آ۔ جا۔ آؤ۔ جاؤ۔ مین باوجود ایجاز کے کوئی لفظ محذوف ماننے کی بھی ضرورت نہین۔ نہ یہ متروک ہوئے اور نہ ہونگے۔ بولی زبان محاورات کہین کے ہون۔ دہلی یا لکھنؤ کے۔ قواعد و ضوابط صرف و نحو۔ معانی و بیان وغیرہ کے تحت مین ضرور داخل ہونگے۔ یہ ہرگز نہ ہو سکیگا کہ جو صیغے دہلی مین رائج ہون وہ۔ لکھنؤ والے اپنی مشیخت بگھارنے کو چھوڑ دین۔ خلاصہ یہ کہ صیغہائے امر حاضر رکھو آؤ جاؤ۔ جو خاص امر حاضر کے معنے مین داخل زبان۔ اور داخل علم صرف زبان اردو ہو چکے ہین محال ہے کہ یہ سب متروک ہو جائین اور انکی جگہ پر آنا جانا چلنا۔ صیغہائے امر غائب قائم ہو جائین۔ بحالیکہ یہ اپنے معنے مصدری مین مقدم اور اصل لغت مین مصادر ہین اور صرف امر غائب کے لیے انسے امر کے معنے لیے جانے لگے۔ اور محذوف الگ ماننا پڑا

ص ۳۳ زور معنی۔ کو ناسخ نے بامعنے استعمال کیا ہے۔ کسی محفل مین چند مسخرے۔ ایک عاقل ذی ہوش کو دھاندلی کرکے بیوقوف بنا سکتے ہین اور پھر عاشق دل شکستہ ناکام کو۔ زور۔ کثرت و شدت کے لیے اوس وقت رائج تھا۔ شاعر۔ چند اشخاص کی دھاندلی۔ زبردستی کو براہ الزام دہی جتا رہا ہے۔ تعجب یا تحسین نہین کر رہا۔ جو لفظ خوب باندھتا۔ خوب تعجب و تحسین و ستایش کے لیے مستعمل ہے۔ شاعر نے لفظ زور مین صدر محفل اور حواشی کے مجموعی ہنسنے اور بنانے کا نقشہ سامع کے ذہن مین پیش کر دیا۔ اب چند شعرا جمع ہو جائین اور بجاے زور دوسرا لفظ رکھکر یہ معنے نکال تو لین۔ بمعنی شدت و قوت لفظ زور منثور فقرون مین اب بھی رائج ہے۔

ص ۳۴ سو۔ کیونکر متروک ہو گا بحالیکہ سو اپنے ما تقدم موصول یا فعل کی خصوصیت اپنے مابعد کے لیے ثابت کرتا ہے جو (تو) نہین کر سکتا ؎ عشق مین تیرے کوہ غم سر پہ لیا۔ جو ہو سو ہو ۔ یعنی اوسی مخصوص جبر پر ہم راضی ہین جو ہم پر شاقی ہے۔

شعر غالب ۵ بھاگے تھے الخ کے معنے مخصوص بھاگنے کی سزا یہ ہے۔ کہ ہم راہزن
کے پانون داب‌تے ہین ۵ اک شمع الخ مین خصوصیت کے ساتھ شمع کی خموشی ثابت کی ہے
ص ۵۳ ۔سمجھا ہون۔ شعر ناسخ مین۔ بمعنی ماضی ہے۔ جس مین شک و تغیر کی گنجایش
نہین۔ سمجھتا ہون۔ صیغۂ حال ہے۔ جو استقبال قریب مین متغیر ہو سکتا ہے۔ ماضی مین
پورا یقین۔ حال مین کمال یقین نہین۔ شاعر اپنے شاعرانہ غلو مین جس امر کو بدرجۂ یقین
سمجھ چکا ہے اوسکو بمعنی ماضی نہ بیان کرے۔ بلکہ بصیغۂ حال کہے۔ حالانکہ وہ اپنے سمجھ لینے اور
ذہن نشین ہو جانے کی توجیہہ و دلیل بھی بیان کر رہا ہے۔ کہ دھوپ کی شدت باعث و سبب
ہے۔ نمبرا سب صیغہاے ماضی اس وہم مین چھوڑ دینگے کہ کہین یہ اصلی حال سے ترشا ہوا
حال نہو۔ سمجھتا سے سمجھا بنا یا ہو۔ (حالانکہ متقدمین آئے جائے بمعنے حال بولتے تھے۔
ص ۳۶ طرفدار بمعنی جنبہ دار اردو مین بہت مستعمل ہے۔ اسکی اضافت کو ناجایز بتانا عجیب منطق ہے
گذارش ہے کہ بغیر مضاف الیہ کے اسکے معنے سامع سمجھ نہین سکتا۔ اسکے معنے ہین جنبہ دار۔
حامی۔ سوچیے کہ کس کا حامی۔ مضاف الیہ کا لانا ضرور لازم آئیگا۔ مثلاً طرفدارِ عشرت
حامیِ صفدر۔ سے مفہوم صحیح قابل فہم سامع پورا ہو جائیگا۔ نمبرا نے مصرع نظامی طرفدارِ عجم
جو لکھا ہے۔ اُسکے معنی بھی اصل لغت مین حامی ہین۔ یعنی حامی رعایا۔ مضاف الیہ بقیام قرینہ
محذوف ہو گیا۔ چونکہ شاہ حامی رعایا ہوتا ہے اسلیے لفظ طرفدار سے شاہ کے معنے لینے
لگے۔ صاحبین معترض کی بحث طرفدار کا فارسی اور جانبدار کا اردو ہونا عجیب غلط مبحث ہے جو
سمجھ سے باہر ہے۔ اصل مبحث یہ ہے کہ طرفدار فارسی تھا۔ اب اُردو بھی ہے اسکے معنی تو
تنہائی کو مانتے ہی نہین۔ بغیر مضاف الیہ کے تنہا کام ہی نہین دے سکتے۔ زید وضعدار ہے
طرحدار ہے" دونو فقرے سامع سمجھ لیگا (زید طرفدار ہے۔ جنبہ دار۔ حامی ہے) بغیر بیان مضاف الیہ
یا قیام قرینہ حذف مضاف الیہ کے سامع نہ سمجھ سکیگا۔ نمبردار۔ ناکہ دار۔ ضلعدار۔ تحصیلدار
سب مضاف الیہ کے محتاج ہین۔ نتیجہ یہ کہ آپ خلاف وضع فطری حکم لگاتے ہین۔
ص ۳۸ کون مدت۔ داغ نے بمعنی کثیر مدت لیا ہے۔ کون اور کتنی دونو معانی تنکیر و تکثیر زود
ذی روح و غیر ذی روح پر مشتمل ہین۔ کتنے۔ کتنا۔ کتنی۔ پہلے بمعنی حیثیت و مقدار استفہاماً

بولے گئے۔ پھر حیثیت سے کثرت ماخوذ ہو کر معنی کثرت بھی دینے لگے۔ کتنا کتنی کا مقابل
عربی لفظ (کَمْ) ہے کَمْ مَتَاعٍ اشْتَرَيْتَ۔ (کتنی چیزیں تم نے خریدیں ؟) استفہام ہے
(کَمْ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ) بہت نعمتیں بدلے میں ملینگی) کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ الخ۔
مقام تکثیر و خبریت ہے۔ اسی طرح اردو میں بھی ہر دو موقع پر بولا جاتا ہے۔ کتنی لمبی زنجیر۔
زمین ہے ؟ استفہام۔ "کتنی ہی مدت اوس نے چین کیا (کتنی ہی دولت جمع کرلی)
مقام تکثیر و خبریت میں ہی کے ساتھ بولا گیا۔ پھر بحسب قیام قرینہ (ہی) کہیں حذف بھی
ہونے لگا۔ جیسے مشاہدۂ کثرت کے وقت کہا جائے "کتنے انبار جمع ہیں" (کتنے ڈھیر
اولے پڑے ہیں)۔ جس طرح کتنا کتنی نکرہ اور ناقص ہے معرفہ کو ضرور چاہتا ہے اسی طرح
کون بھی نکرہ اور مقتضی معرفہ ہے۔ کون شخص کون آدمی۔ باغ، مکان، زمین۔ لفظ کتنا کتنی سے
اُسکے قریبی معرفہ کی حیثیت و مقدار کا ادراک مراد ہوتا ہے۔ لفظ کون نکرہ سے اُسکے معرفہ کی
دوسری خصوصیات مطلوب ہوتی ہیں جسطرح لفظ کتنی نکرہ مستلزم تکثیر ہے۔ اسیطرح لفظ کون
بھی معنی تکثیر پر مشتمل ہے۔ شاعر نے لفظ کون سے اوسکی تکثیر مراد لی اور معرفۂ مدت ساتھ ملاکر
تکثیر مدت حاصل کرلی۔ لفظ کتنی بغیر (ہی) کے نہ لانا۔ کہ قرینۂ حذف بھی موجود نہیں یعنی
کثرتِ معنوی کا اظہار ہے۔ نہ کثرت صوری کا۔ اودھر کتنی کی (یا) گرتی تھی۔ اونکی فکر صحیح کا
نتیجہ ہے۔ داغ کا ایاغ دماغ ملکہ۔ اسخۂ ادراک معانی و موارد استعمالات سے لبریز تھا
یہاں اتنی سی بات کا تبنگڑ بن گیا۔ نمبر ۲ نے غلطی کتابت پر زور دیا۔ اگر داغ کا قلمی خاص مسودہ
دیکھا جائے۔ تو اُس میں بھی (کون) ہی لکھا ملیگا۔ ص ۳۹ کفارہ کی تشدید تھرفاً حذف کی ہو سکی۔
ص ۴۲ مارے۔ نمبر ا نے فرمایا معنی سبب کے لیے فصحا نہیں بولتے معنی (زدن) کے لیے بولتے ہیں
نمبر ۲ نے فرمایا "سبب کے معنی نہیں دیتا۔ کثرت کے دیتا ہے۔ کوئی باعث کے معنے میں بولے تو غلط"
عرض یہ ہے کہ کثرت خود سببیت کے معنی دیتی ہے۔ صاحبین تصدیق کریں یا نہ کریں۔ (منہ کے
مارے نکل نہ سکے) (گرمی کے مارے دم فنا ہوا جاتا ہے) (سردی کے مارے ہاتھ پیر اینٹھے جاتے ہیں)
غور فرمائیے۔ کیا یہ محاورے غیر فصیح ہیں؟ کیا عالم نظم۔ عالم نثر سے بمراحل بعید ہے؟ کیا عالم نظم۔ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ
وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَىٰ قَلْبِ بَشَرٍ۔ کا مصداق ہے ؟

ص۴۵ مرلینا۔ کرلینا۔ دھرلینا ایسے مواقع مین مستعمل ہی کہ قائل اپنے مخاطب پر اس کام کا کر گذرنا آسان تجویز کر رہا ہے۔ چہ جائیکہ مخاطب کا فوات وفقد مراد ہو۔ کیا مصنوعی طور پر فعل کا ایقاع شانِ فعلیت سے بعید ہے۔ مرجانے کا مفہوم عامی وجاہل بچے تک جانتے ہین۔

ص۴۴ مُوا۔ بمعنی مرگیا۔ مرچکا۔ بصیغۂ ماضی بھی مستعمل ہے (امیرؔ مُوا کہ زندہ رہا۔ (ہم کھا مُوے) ہم زہر کھا کے مرگئے (افسوس کہ اس موقع پر نمبر انے مومن کے (کر) یا (کے) حذف کرنے پر نظر نہین کی) اور بمعنی مفعول بھی۔ یعنی مردہ شدہ۔ (مُوے پر سو دُرّے) یعنی مردے پر۔ (مُوا صدقے کیا الخ) نام کو اس مُوے کے الخ) ایسا موجز خفیف لفظ جو ماضی ومفعول دونو نکے معنی دے رہا ہے اوسے ترک کرکے آپ مرگیا نصب کرتے ہین۔ جو مرکب وزنی اور صرف ماضی ہی کے معنے دیتا ہے۔

ص۴۶ مُطَالَع۔ کو آتش نے یہی باندھا ہے۔ کتابت کی غلطی نہین۔ ہائے آخر تقطیع سے گرتی تھی بقاعدۂ ترخیم گرادی جبکہ کلمۂ المضاعف کے اندر سے عین اوڑا دیا تو آخر سے ہا گرانا کون بات ہے

ص۴۷ مقنع کو ناسخ نے باعتبار شہرت کے مقنع باندھا ہے۔ نام اُسکا ابن مقنع مشہور تھا اور یہی لغت مین اگر مُقَنَّع بروزن مُقَطَّع چُقَطَّع بتایا گیا ہی تو اُنھین اسکی پروا نہ تھی۔ کیا لغات مین اختلافات نہین ہین وہ ثقالت دور کرنیکو اصلاح زبان سمجھتے تھے نہ اعراب مشدد اور ثقل بڑھانیکو۔

ص۴۸ نہہ وسے مین دو واو جمع ہوگئے۔ یہ اجتماع ثقیل تھا۔ کھووے دھووے سووے رووے۔ سب کھوئے دھوئے۔ سوئے۔ روئے ہوگئے واو دوم ہمزہ سے بدل گیا یہ صیغے غیبت کے لیے اب بھی مستعمل ہین۔ نمبر ا کو اس سے بحث نہین کہ صرف ہو دھو۔ سو بلا (ئے) کیا معنے دیتے ہین۔ اور دھوئے۔ سوئے کھوئے۔ کیا معنے رکھتے ہین۔ امر حاضر کون ہے اور امرِ غائب کون ہے۔ اُنکی مثل اُس گاؤ زبان کی ہے جسے بیلون کو مارنیکی عادت پڑجاتی ہے۔ (دُم دیکھی نہ آیال ڈھانے سے کام)۔

ص۴۹ ولے کو صاحبین متروک ٹھیراتے ہین۔ حالانکہ اکیلا (ولے) تین حرف۔ ولیکن اور لیکن کے معنے دیتا ہے۔ اور سامع (ولے) سن کرتے تکلف ولیکن کا مفہوم سمجھ لیتا ہے ایسا موجز ومختصر لفظ نثر مین چاہے قلت سے بولا جائے۔ مگر نظم کی بندش سے تو اسکا متروک ہوجانا۔ محال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ناظم کو بندش معانی کثیر کے لیے موجز الفاظ کی بڑی ضرورت ہے =

[illegible]

عرض حال

مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم میرے محترم بزرگ دوست تھے آپ کے بیش بہا مضامین جیسے مضامین شرر کے نام سے سات جلدوں میں شائع کئے ہیں جن دنوں مولانا مرحوم انگلستان تشریف لیگئے آپ کی غیر حاضری میں ہندوستان کے اکثر مطابع نے آپکی پہلی تصنیفات کو بلا اجازت چھاپنا شروع کر دیا۔ گو یہ بھی ایک بڑا بھاری اخلاقی اور قانونی جرم تھا مگر اس پر مزید غضب یہ کیا کہ کاغذ، لکھائی اور چھپائی کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ غلط سلط چھاپکر روپے بٹورنے شروع کر دیئے۔ مجھے کتابوں کو اس طرح غارت ہوتے دیکھکر سخت رنج ہوا اسلئے میں نے باجازت ان کتابوں کو چھاپنا شروع کیا ہے اور قیمت بھی معمولی رکھی ہے۔ اب جبکہ آپ کو یہ کتابیں عمدہ صورت میں اور بازاری مطابع کے نرخ پر ہی ملیں گی تو ردی غلط کتابوں کے خرید سے احتراز فرمائیں۔

آپ کا دعاگو سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل [illegible] لاہور

دلگداز ۱۸۸۷ء۔ دلگداز ۱۸۸۹ء۔ بلحاظ اعلےٰ مضامین کے قابل دید ہیں۔ (عہ) فی جلد

ملک العزیز ورجنیا۔ اسلامی جوش، حسن و عشق؟ قصہ نہیں جیتی جاگتی تصویریں ۔ ۱۰/

حسن انجلینا۔ روم و روس کی لڑائی۔ نفاق کا نتیجہ۔ کامیاب محبت کا بیان ۔ ۱۰/

منصور موہنا۔ سلطان محمود اور راجہ اجمیر کی بہادری عشق و محبت کا دردناک انجام ۔ ۱۰/

دلچسپ ہر دو حصہ۔ حسن و عشق مایوسی اور ضبط۔ مولانا شرر کی سب سے پہلی تصنیف ۔ ۱۰/

دلکش کالج۔ کالج کے اعلےٰ تعلیم یافتوں کا نقشہ سفر ولایت کے واقعات ۔ ۱۲/

شہید وفا۔ حسرت بھری داستان قصہ نہیں تاریخ۔ اسپین میں مسلمانوں کی تباہی ۔ ۸/

بدر النساء کی مصیبت۔ بہ تصحیح و ترمیم از مصنف ممدوح۔ نہایت پرلطف اور پر عبرت ۔ ۳/

میوۂ تلخ۔ اخلاقی ڈراما جس کے ذریعے تعلیم نسواں کی ضرورتیں دکھلائی گئی ہیں ۔ ۴/

ڈاکو کی دلہن ایک نہایت دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ (۱۰/) خوش قسمت رینلڈ کے "ڈمے ڈلٹن" ناول کا دلکش ترجمہ (عہ/)

فردوس بریں جیتے جی بہشت کی سیر قابل دید ۱/ خاتم المرسلین حضور سرور عالم کی مکمل سیرت (عہ/)

اسلامی سوانح عمری۔ جس میں بزرگان سلف کے کارنامے دکھلائے گئے ہیں۔ قیمت ۱۲/

منیجر گیلانی الیکٹرک پریس بک ڈپو ہسپتال روڈ لاہور